

قَالَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ

إِنَّ الَّذِينَ هُنَّا لِلَّهِ الْأَسْلَامُ

اَخْمَدَ اللَّهُكَرَ كِتَابَ جَاءَنَا وَلَا مَعَ

مُسْتَبَهَّ

# اُصُولُ اِسْلَامٍ

جس میں اسلام کے اصول ثلاثة تو حید اور رسالت اور قیامت کو مقلی اور  
نقلي دلائل سے ثابت کیا گیا ہے اور قدیم وجدی شبہات کا شافی اور کافی  
جواب دیا گیا ہے۔ اور سمعات اور تحری و تجزی کے فرق پر خاص طور پر کام کیا گیا ہے  
حق تعالیٰ کے فضل سے ایسید ہے کہ اشارہ اللہ تعالیٰ بست مفید اور نافع ہو گا۔ آمين

مُؤْلِفُهُ

حضرت مولانا مُحَمَّدِ الدِّينِ حسَنِ صَدِيقِ الْمُصْلِحِ دامت برکاتہم  
شیخ الحدیث و التفسیر جامسہ اشرفیہ - لاہور  
باہتمام - محمد سیفیان صدقی

ناشرین

ادارہ اشرف المثیلین - نیل گنبد - لاہور  
علمی ہرگز نکشی نہ رائے اسریب انارکی - لاہور

مناشر — محمد میان صدیقی

طبع اول — دیش پنجاب پرنٹنگ پرس لاهور

جوان شہر — طبع اول

1/۶ — قیمت - غیر محلہ

1/۱۲ — قیمت - محلہ

صلنکاپتہ

سلسلہ مرکز — نی انا رکی — (لہوکا)

# فہرست

نمبر	عنوان	صفحہ	نمبر	عنوان	صفحہ
۱	اسلام کی ہبھی اصل توحید	۳	ثبوت نبوت	۱۶	۲۳
۲	محدثین کا عقیدہ	۵	معجزات کی حقیقت	۱۸	۲۵
۳	عیسائیوں کا عقیدہ	۶	سحر اور معجزہ میں فرق	۱۹	۲۶
۴	بہودیوں کا عقیدہ	۸	ارہاص	۲۰	۳۲
۵	ہندو مذہب	۸	کرامت اور استدراج کی تعریف	۲۱	۴
۶	آریہ سماں	۹	کرامت اور استدراج میں فرق	۲۲	۲۷
۷	بعدہ مت و اول کا عقیدہ	۱۰	کرامت اور معجزہ میں فرق	۲۳	۳۳
۸	شرک کی حقیقت	۱۱	نبی اور کاہن میں فرق	۲۴	۳۴
۹	اسلام کی دوسری اصل - نبوت	۱۲	نبی اور متبینی میں فرق	۲۵	۳۵
۱۰	درستالت	۱۵	ظهور خوارق کی حکمت	۲۶	۳۶
۱۱	منصب نبوت	۱۶	منکرن معجزات کے شکوک	۲۷	۳۷
۱۲	نبی اور رسول میں فرق	۱۷	اسباب و علل کی تاثیر کی حقیقت	۲۸	۴۰
۱۳	انبیاء کرام کی ضرورت	۱۸	فرق دو میان سبب و علت	۲۹	۴۱
۱۴	حقیقت شیخ	۱۹	نسی شیخ کے اسباب و شرائط کا	۳۰	۴۲
۱۵	بعثت انبیاء کی ضرورت	۲۰	علم ملک نہیں		۴۳
۱۶	فساد عالم کا اصل سبب	۲۱	اسباب و علل سے بچت مذہب		۴۴
۱۷	وہی والہام	۲۲	کی غرض تجسس		

نمبر	عنوان	صفحہ	نمبر	عنوان	صفحہ
۶۴	قدرت اور عادت میں فرق	۳۸	۲۵	دلائل نبوت	۲۸
۶۵	عادت عامہ اور خاصہ	۲۹	۲۶	آدم برسیر طلب	۲۹
۶۶	محیرات دلائل نبوت میں	۵۰	۲۸	اثبات رسالت محمد پر طریق اگر	۲۷
۶۷	محیرات کے دلائل نبوت ہونے کا ثبوت	۵۱	۲۹	مکانہ قرآن	۵۲
۶۸	دعوئے رسالت اور محیرات میں تعلق	۵۲	۵۲	قرآن دلائل نبوت کیسے بنائے	۵۲
۶۹	ثبوت محیرات	۵۳	۵۳	عقیدہ وجود ملائکہ	۵۳
۷۰	محیرات نبویہ	۵۴	۵۴	اثبات وجود ملائکہ	۵۴
۷۱	محیرات قرآنیہ	۵۵	۵۵	وجود ملائکہ پر فلاسفہ کے ثہبتوں	۵۵
۷۲	محیرات نبوی پر مخالفین کے اعتراضات	۵۶	۴۰	اسلام کی تیری اہل قیامت	۵۶
۷۳	معجزہ معرج	۵۷	۴۰	منکرین حشر	۵۷
۷۴	معجزہ شق القمر	۵۸	۴۰	قیامت کی ایک نظر	۵۸
۷۵	معجزہ رذسم	۵۹	۴۲	حشر و لشکر کیسے ہو گا؟	۵۹
۷۶	ثبات رسالت محمدیہ	۶۰	۴۲	روح کا بیان	۶۰
۷۷	اطاعت کی حقیقت	۶۱	۴۰	اقوال علماء و حکماء و وبارہ	۶۱
۷۸	احکام خداوندی کی اطلاع کا ذریعہ	۶۲	۴۲	روح انسانی	۶۲
۷۹	نبی کی علامات	۶۳	۴۲	حدوث اروح	۶۳
۸۰		۶۴	۴۲	مرنے کے بعد روح فنا	۶۴
۸۱		۶۵	۴۲	نہیں ہوتی۔	۶۵
۸۲		۶۶	۴۲	عالم بزرخ	۶۶

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى  
سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا حَمَدٍ خَاتِمِ النَّبِيَّاءِ وَأَمْرِ السَّلِيلِينَ وَعَلَى إِلٰهِ رَأْضَاهِ  
وَأَزْوَاجِهِ وَذُرَرِ تِيَّاتِهِ أَجْمَعِينَ وَعَلَيْنَا مَهْمُومٍ بِأَرْجُمِ الرَّاجِعِينَ

## اَمْرُ الْجَنَدِ

برہم ہب میں دو چیزوں ہوتی ہیں، ایک اصول یعنی عقائد اور ایک فروع یعنی حکام۔  
انھوں محدث و داد و مختصر ہوتے ہیں اور فروع کا سلسلہ نہایت طویل ہوتا ہے۔  
کسی مذهب کا ائمہ حق یا باطل ہونا۔ صحیح یا غلط ہونا معلوم کرنا ہو، تو اس کے اصول کو  
جانپندا چاہے۔ کیونکہ فروع اصول کے تابع ہوتی ہیں۔ جب اصول کا حسن ہونا ثابت ہو  
جلئے گا تو فروع کا مستحسن ہونا خود تجوہ ثابت ہو جائے گا۔ نیز عقیدہ ایک قسم کی خبر ہوتا  
ہے جس کا مطابق واقع اور موافق عقل ہونا، جانچنا اور دیکھنا جا سکتا ہے اور اسی کے صحیح  
اوہ صادق۔ یا غلط اور کاذب ہونے کی بنا پر مذهب کا صحیح اور غلط ہونا موقوف ہے بخلاف  
احکام کے کوہ اور قبیل انشاء بین، نیمیں زمان اور مکان اور اشخاص اور احوال کے اختلاف  
سے تغیر اور تبدل ہو سکتا ہے۔ یعنی خیر میں تغیر و تبدل نہیں ہو سکتا۔ نیز اصول اسلام کی  
پاکیزگی کو عقلی دلائل کے ساتھ ثابت کرنا ضروری ہے اور فروع کے لئے یہ ضروری نہیں۔  
کہ ان کو عقلی دلائل سے ثابت کیا جائے اس نے کہ ہست سے فروع عقل سے ثابت نہیں بلکہ  
محض سمع اور نقل سے ثابت ہیں، ہلک فروع کے لئے فقط اس قدر ضروری ہے کہ وہ خلاف  
عقل ہوں سو بحمد اللہ اصول اسلام سب عقلی ہیں اور فروع اسلام میں سے کوئی فروع  
خلاف عقل نہیں، اس نے ہم اس مختصر تحریر میں اصول اسلام کا معقول اور مدلل ہونا بیان

کرتے ہیں تاکہ مذہب اسلام کی حقانیت اور صداقت اہل فہم پر واضح ہو جائے اور مقصود  
یہ ہے کہ اسلام کے تین اہم اصول یعنی توحید رسالت قیامت کی ایسی شریع اور توضیح کردی  
جائے کہ جو طالبین حق کے لئے باعث شفاء و طمانیت اور حنفیین اور مترد دین کیلئے موجب  
ہدایت ہو۔ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا يَصِيرُ إِلَيْهِ الظَّرِيفُ وَبِمَيْلَاتِهِ أَنْزَلَهُ اللَّهُ عَلَىٰهُ التَّحْقِيقَ وَمَا أَتَوْ فِي قَوْلِهِ  
رَبِّنَا عَلَيْهِ تَوَكَّلْنَا وَإِلَيْهِ أُرْتَبَبْ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

# اصل اسلام

اسلام کے اصول سنتیں ہیں۔ ایک توحید، دوسرے رسالت، تیسرا قیامت، یعنی بالیں تمام عقائد کے اصل اصول ہیں اور انہی نین پر تمام عقائد کی بناء ہے۔ ہمارا فرض یہ ہے کہ مخالفین اسلام کے سامنے پہلے توحید اور رسالت کو ثابت کریں۔ پھر جب توحید اور رسالت ثابت ہو جائے گی تو اس کے بعد کفار میں فرعی مشد کی دلیل مانگیں گے تو اس کے جواب میں یہ کہہ دینا کافی ہو گا کہ یہ حکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فلاں ارشاد سے صراحت یا اشارہ ثابت ہے اس کے بعد اگر وہ یہ کہے کہ یہ حکم خلاف عقل ہے تو ہمارے ذمہ اس امر کا ثابت کرنا ہو گا کہ یہ حکم خلاف عقل نہیں کیونکہ خداوند عقول ہو نا محال ہے۔ اس ناچیز نے اپنی کتاب میں علم المکلام اور عقائد الاسلام میں اسلام کے عقائد پر تفصیلی کلام کیا ہے اور اس کتاب میں فقط ان نین اصول کی تشریح مقصود ہے۔ ربان القبول منا نک انت السعیْد العلیم و تب علیہنا انک انت التوْبَۃ  
للّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ

## اسلام کی پہلی اصل توحید

اسلام کی پہلی اصل بلکہ تمام اصول کی روح اور جان توحید ہے۔ توحید لغت میں کسی چیز کو ایک جانتے اور ایک ماننے کا نام ہے، اور اصطلاح شریعت میں حق تعالیٰ کی وحدت کو دل و جان سے ماننے کا نام توحید ہے یعنی دل و جان سے یہ اعتقاد رکھنا کہ خدا تعالیٰ کی ذات اور صفات میں کوئی اس کا شرک اور سہیم نہیں اس کا نام توحید ہے۔ توحید کے دو مرتبہ ہیں، اول مرتبہ یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کو ذات و صفات میں یکتا سمجھئے اور کسی مخلوق کی پرستش کرے اور نہ اس کو مستقل نفع و ضرر کا مالک سمجھئے۔ یہ توحید اہل شریعت کی ہے اور اہل طریقت کے نزدیک توحید یہ ہے کہ سوائے خدا کے کسی پر نظر نہ رکھے۔ اہل طریقت کے

نژدیک اس باب پر نظر رکھنا یہ بھی شرک ہے۔ صرف مسبب الاسباب پر نظر رکھنا یہ توجید ہے  
یہ توجید ہمیں توجید سے اکل ہے۔ حضرات صوفیہ کے نژدیک دخدا نیت حق کے مشاہدہ کا  
نام توجید ہے اور بالفاظِ دیگر حادث اور فانی سے مُنْهَج ہی لینا اور کہ تن قدیم اور باقی کی طرف ترجیح  
ہو جانے کا نام توجید ہے۔

چیست توجید آنکہ از غیر خدا      فرد آئی در خلاع و ملا

چیست توجید خدا فرد ختن      خوشیتن لاپیش واحد سوختن

مطلق توجید کا اجمالی اعتراف تمام مذاہب میں پایا جاتا ہے حتیٰ کہ جن قوموں میں کعلم کحدا  
شرک اور بست پرستی ہے وہ بھی قادر مطلق کی ایک ہی ذات کو مانتے ہیں۔ البتہ اس کے منظاہر  
او صفات کو متعدد مانتے ہیں۔ عیسائی تین خدا مانتے ہیں۔ لیکن اس کے ساتھ یہ بھی کہتے ہیں۔  
کہ تینوں ایک ہیں گویا یہ تعبیر کرنی ہی غلط ہو لیکن اس سے اس قدر ضرور ثابت ہوتا ہے۔ کہ  
توجید کے بالکلیہ ترک پر وہ بھی راضی نہیں، بلکہ توجید کے ترک سے یہ بہتر سمجھتے ہیں کہ  
شرک کو توجید کے ساتھ بجمع کر لیا جائے۔ اگرچہ یہ اجتماع۔ اجماع نقیضین ہی کیوں نہ ہو غرض  
یہ کہ مطلق توجید کا اجمالی اعتراف تمام مذاہب میں پایا جاتا ہے۔ لیکن اسلام کو جو خصوصیت  
اور امتیاز حاصل ہے۔ وہ یہ ہے کہ اس نے یہی کامل اور خالص توجید کی دعوت دی کہ  
جو شرک جلی اور شرک غنی کے شائروں اور خرڅوں سے بالکلیہ پاک اور منزہ ہے۔

اسلام کی توجید ہے کہ تمام کائنات کا خدا ایک ہے اسی ایک خدا نے سب کو وہ جد  
عطای کیا۔ اور وہی سب کی حاجتیں پوری کرتا ہے، ایک ہی خدا ساری دنیا کا بلا مشقت اور  
بلا شرکت انتظام کرتا ہے ز دات میں اس کا کوئی شریک ہے اور ز صفات میں کوئی  
اس کا شریک ہے۔ پیدا کرنا۔ زندہ کرنا۔ عالم الغیب ہونا، رذق دنیا مستحق عبادت ہونا یہ  
تمام صفات خدا کی ذات کے ساتھ مخصوص ہیں۔ اسلام کے سوا اور مذہب اور دین والے  
لپنے اور تاروں اور سینمیوں میں بھی یہ اوصاف مانتے ہیں۔ اور یہی توجید کا نقش ہے۔ یہ اسلام  
نے توجید کی تکیں کیلئے توجید فی الذات کے ساتھ توجید فی الصفات اور توجید فی العبادت  
سلہ یعنی توجید غیر خدا سے خلوت اور جبوت میں تعلق قطعی کر لیئے کا نام ہے۔

کو ہی غایت درجہ فرض اور لام قرار دیا۔ یہاں تک غیر ارشد کیلئے سمجھا۔ تعظیمی کو (کہ جو دیگر اپنے میں جائز تھا) اسلام نے اپنے مانندے والوں کیلئے اس کو حرام کر دیا۔

## محوسیوں کا عقیدہ

محوسیوں کا عقیدہ یہ ہے کہ دنیا میں دو طاقتیں کام کر رہی ہیں ایک سایمندان اور دوسرا اہرمن۔ یہ دونوں خدا ہیں اور اذلی اور ابدی ہیں۔ البتہ نیز دن خیر کا خالق ہے اور اہرمن شر کا خالق ہے۔ یہ دن پیدا کرنا ہے اور اہرمن مارتا اور فنا کرتا ہے۔ یہ دن بنانا ہے اور اہرمن بچاؤ نہ کرے وغیرہ وغیرہ۔

اس عقیدہ کو الگ چڑھ دشت کے طرف منسوب کیا جاتا ہے اور محوسیوں کے مذہب کا دین اول ہے لیکن موہنیں کے کلام سے معلوم ہوتا ہے، کہ یہ عقیدہ زردشت کے بعد پہلا ہوا، یہیں اس سے بحث نہیں کہ یہ عقیدہ کب پیدا ہوا اور نہ ہیں اس تحقیق میں پڑنے کی ضرورت ہے، ہمیں تو یہ کہنا یہ ہے کہ یہ عقیدہ صحیح ہے یا غلط۔

تمام عقلاء کا اس پراتفاق ہے کہ خدا کیستے یہ ضروری ہے کہ وہ کامل مطلق ہو مجہود اور ناقص نہ ہو تمام عیوب سے پاک اور منزہ ہو، کائنات کے وجود کی بآگ، اس کے ہاتھیں ہو، یہ تو عقلاء کا اتفاق اور اجماع ہے اور محوسیوں کے عقیدہ مذکورہ بالآخر ہنادپر یہ لازم آتا ہے کہ آدمی خلق تو ایک خدا کی ہے اور مدوسی آدمی دوسرے خدا کی ہے۔ ہر صدی میں آدمی آدمی خدائی کی اور کسر ہے۔ اسلام یہ کہتا ہے کہ خدا وہ ہے کہ جو پرندی خدائی کا امک ہو، اور ظاہر ہے کہ خدائی میں کمی اور کوتاہی ایک عیوب ہے جس سے خدا کا پاک ہونا ضروری ہے، یہ محسوسیوں کے عقیدہ کے موافق ہے اور اہرمن دو مستقل طاقتیں ہیں۔ جو ایک دوسرے کے متحفظ نہیں بلکہ ایک دوسرے کی فساد اور مقابلہ ہے اور خدا وہ ہے کہ جس کا کوئی سماں یا اور مثالی شہر۔ خدا کا کوئی ہمسرا اور قد مقابلہ نہیں ہو سکتا۔ وہ خدا ہی کیا ہوا جس کا کوئی ہمسر اور پربر ہو۔ لیکن یہ دن تو استئنے خدا نہیں ہو سکت اور اہرمن اس کا مذ مقابلہ ہے۔ اور اہرمن

اس لئے خدا نہیں ہو سکتا کہ بینوں ان اس کا تم مقابلی ہے پس معلوم ہوا کہ دو خدا والا عقیدہ یعنی دو  
اور اہم کا عقیدہ کسی طرح قابل قبول نہیں  
 اور اللہ کا حکم یہ ہے کہ دو معبود اور  
 وَقَالَ اللَّهُ لَا تَنْجِدُنَا إِلَيْنِيْنِ اثْنَيْنِ  
 دو خدا نہ ممکن اگر خبریں نہیں کہ معبود تو  
 رَأَنَا هُوَ الْهُ وَإِنْ جِدُ ط  
 ایک ہی ہے دو نہیں۔

## عیسائیوں کا عقیدہ

عیسائیوں کا عقیدہ یہ ہے کہ خدا تین ہیں۔ باٹ رخالتے تعالیٰ، بیٹا رحیلی علیہ السلام،  
 روح القدس اور تینوں غیر مخلوق اور اندیش اور ابدی اور قادر مطلق ہیں اور مسیح بنہ بھی ہے  
 اور الک بھی ہے، آدمی بھی ہے اور خدا بھی ہے۔ اور کبھی نصاریٰ۔ حضرت مسیح کو خداۓ  
 بھستم کہتے ہیں۔ یعنی خدا جسم میں ظاہر ہوا۔ اور کبھی نصاریٰ حضرت مسیح کو خدا کا بیٹا کہتے ہیں  
 اور علی الاعلان خدا کی صفات ان میں بیان کرتے ہیں۔

## جواب

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کبھی یہ دعویٰ نہیں کیا کہ میں تمہارا خدا اور معبود ہوں اور  
 تم میرے بنے ہو۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا حضرت مریم کے بیٹن سے پیدا ہونا اور انسانوں  
 کی طرح کھانے اور پینے کا محتاج ہونا یہ اس امر کی صریح دلیل ہے کہ وہ انسان تھے خدا نہ  
 تھے۔ س لئے کہ خدا اور ا Criterion کا جمیع ہونا ناممکن اور محال ہے۔

نیز حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا خدا کی عبادوت کرنا سب سے نزدیک سالم ہے پس اگر وہ خدا  
 ہوتے تو ہرگز عہاد نہ کرتے اس لئے کہ خدا عابد نہیں ہوتا۔ خدا معبود ہوتا ہے۔ معافاً اللہ  
 نصاریٰ نہیں خدا کے قائل ہیں کہ جو بولنا و بہاؤ سے منزو نہیں۔

نصاریٰ شرک میں اول نمبر ہیں۔ فقط شرک فی الصفات کے قائل نہیں بلکہ شرک فی الذات کے قائل ہیں یعنی ذات کے مرتبہ میں تین خداوں کے قائل ہیں اور باہمہ تو جہد کے بھی دعویدار ہیں، اور یہ کہتے ہیں کہ جس طرح ہمارے نزدیک حقیقت میں تین خدا ہیں ایسے ہی وہ حقیقت میں ایک بھی ہیں۔ نصاریٰ حق تعالیٰ کو واحد حقیقی بھی مانتے ہیں اور کثیر حقیقی بھی اور اتنا شعور نہیں کہ حقیقی وحدت اور حقیقی کثرت دونوں باہم متنضاد ہیں اور اجتماع خدیں اور اجتماع فقیہین باتفاق عقلاء محال اونما ممکن ہے۔

نیز اگر کثرت حقیقی اور وحدت حقیقی کا اجتماع پادری صاحبان کے یہاں جائز ہے تو تبلیغ ہی پر کیوں قناعت کی۔ پادری صاحبان کو چل دیئے کہ تربیع اور تحسیں بلکہ تدبیں و تربیع نہیں اور تفسیر بلکہ تالیف کا بھی اقتدار نہیں کہ جبڑھیں کہ تبلیغ وحدت حقیقی کا تین کے ساتھ جمع ہونا ممکن ہے ہی طرح وحدت حقیقی کا چار اور پانچ آٹھ اور دس کے ساتھ بلکہ مطلق ترکیب اور تالیف کے ساتھ بھی جمع ہونا ممکن ہے۔ غرض یہ کہ ایسا اتحاد تو اور اعداد میں بھی پایا جا سکتا ہے۔ تین ہی کی کیا حصوصیت جو تشبیث کا اعتقاد تو ضروری ہوا در تربیع اور تحسیں وغیرہ سے انکار ہو۔

پادری صاحبان جب دلپل سے لاچار ہو جاتے ہیں تو یہ کہنے لگتے ہیں کہ یہ امر متشابہات اور اسرار خداوندی میں سے ہے جو ہماری ناقص عقول میں نہیں آسکتا۔ افسوس اور صد افسوس کہ نصاریٰ کو محالات اور متشابہات کا فرق بھی معلوم نہیں۔ متشابہات ذات خداوندی اور صفات خداوندی اور ارفاح بنی آدم) ایسی چیزوں کو کہتے ہیں کہ جو معلوم الوجود اور مجهول الکیفیت ہوں۔ یعنی ان کا وجود تو معلوم ہے مگر ان کی کیفیت اور حقیقت معلوم نہیں۔ عقل کو ان کی حقیقت دریافت کرنے میں جبرت ہے اور محالات میں حیرت نہیں ہوتی ان کا عدم یعنی ان کا نہ ہونا یقینی طور پر معلوم ہوتا ہے متشابہات میں عدم العلم ہے اور محالات میں علم ہے عدم کا ادعا استحالہ کا اور عدم العلم اور عدم العدم میں نہیں اور آسمان کافر ہے۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے سے

دُبِيْلِ مُحَمَّد وَ اَهْمَّهِ مُجَاهِيْدِ  
نَدَّأَتْ مُتَشِّدِ دُورَخِ مِلَّ جَلَّتْ مُجَاهِيْدِ  
تَوَادَّا كَوْنَهِ مُهْبِتِ مُهْبِتِ مُعَيْسَى اَعْ  
مَعَاذَ اللَّهُ فَرِزِنِدِ خَلَّا كَتَبَهِ مُهْبِتِ مُعَيْسَى اَعْ

# یہودیوں کا عقیدہ

یہودی عالم طور پر توحید خلائق میں کے قائل ہیں لیکن ان میں کا ایک فرقہ، حضرت عزیز کو اسی طرح خدا کا بیٹا انتا ہے جیسے نصاریٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا مانتے ہیں۔ قرانِ کریم نے یہود کے اس فرقہ کا ذکر کیا ہے۔ وَأَنَّا إِنَّا إِلَيْهُو دُعَّيْنَا بْنَنِ اللَّهِ وَقَالَتْ أَسْكَنَنَّا إِلَيْهِ وَرَبِّنَا إِلَيْهِ - لیکن معلوم نہیں کہ فرقہ اب رونے نہیں کے کسی حصہ میں موجود ہے یا نہیں۔

## ہندو مذہب

ہندو مذہب کسی ایک مذہب کا نام نہیں بلکہ ہزاروں فرقوں پر ہندو مذہب کا لفظ بلا جائے اور وہ آپس میں اس قدر مختلف اور متضاد ہیں کہ جن کے عقاید اور اعمال میں تو کسی طرح تفہیق ممکن ہے اور کسی فدراشتر کا متعین کرنا ممکن ہے ہندوؤں کی قومی جمیعتیم ہے اس قوم کا کوئی معبود تھیں نہیں، ہر فرقہ الگ الگ خدا کا قائل ہے۔ کوئی تین خدا کا قائل ہے اور کوئی لکھر کا، اور کوئی دلکھر کا۔ اور کوئی تیس کا اور کوئی متینیس کروڑ کا۔

## لطیف

اب سے تیس سال پہلے پورے ہندوستان کے ہندوؤں کا عدد بیس کروڑ تھا۔ ایک عالم نے اتنا تقریب میں کہا کہ عبادت کرنے والوں (یعنی ہندوؤں) کا عدد تیس کروڑ ہے اور میسون کا یعنی وپوتاؤں (کا عد دنیا) کا عدد تیس کروڑ سے بھی زیادہ ہے پس اگر تیس کروڑ کیسیں کروڑ پر تقسیم کیا جائے تو ایک ایک عابد کے حصہ میں ڈیڑھ کروڑ میسون کے ہے اس حساب سے خداوں کا عدد ہندوؤں کے عدد سے ڈیڑھ گناہ سے بھی زیادہ ہو جائے گا۔

اوہ بعض فرقے راجمند جی کو خدامان کرآن کی پرستش کرتے ہیں۔ ہندوؤں کے نزدیک

خدا نے تعلیم اور تاروں میں حلول دیتا ہے۔ اور اوقات خود خدا ہوتا ہے۔ حالانکہ رام چندر اور تار کی بیوی کو لہاکا راجہ رادن چھین کر لے گیا تھا۔ مدتِ دراز تک رام چندر اس کے عشق میں جیران اور سرگردان پھرتے رہتے اور کچھ تپہ نہ چل۔ بالآخر جب پتہ چلا تو رادن کو شکست دینے کے لئے ہنوں وغیرہ سے مددی۔ معاوا اشد معاوا اشد کیا خدا بھی سی حورت کے عشق میں مبتلا ہو گئے سن کی تلاش میں سرگروں پھر سکتا ہے اور معاوا اشد کیا کوئی خدا کی بیوی کو بہکا کر سمجھا سکتا ہے۔ اور پھر کیا نہ اپنی بیوی کو بغیر کسی کی امداد کے پھر انہیں سکتا۔ اور بعضے کرشن مہاراج کے پرستار ہیں اور بندوں میں ایک فرقہ وہ بھی ہے کہ حضرت نماں کی پرستش کرتا ہے اس فرقہ کا بیان ہے کہ پہلے کے زمانہ میں ایک مرتبہ بڑھا اور وشنومیں سخت بحث ہو رہی تھی بہم کہتا تھا کہ میں موجودات عالم کا خالق ہوں اور وشنو کہتا تھا کہ میں خالق ہوں۔ یا کیا ایک نہایت حرمت انگریز ایک لٹگ نہ ہر ہوا جس کو دیکھ کر دنوں جیران اور بہلشیان ہو گئے اور اس لٹگ کے سامنے کانپنے اور تھر تھرانے لگے۔ اتنے میں اچانک یہ آواز آئی ۱۰۰۰ دم اور لٹگ کے پہلو میں تین حروف نظر آئے۔ اے۔ ۱۰۰۰ جس کا مطلب یہ سمجھا گیا ہے کہ لٹگ ہی مخلوقات کا پیدا کرنے والا ہے۔ اس نئے لٹگ کی پرستش کرنے لگے۔

غرض یہ کہ بندوں مذہب اس قسم کے حیاد سوز اور شرمناک خرافات اور جہالت کا مجموعہ ہے جس کی تسدید کی رحمت گوارا کرنا بھی ضروری ہے۔

## آریہ سماج

اگر یہ سماج بندوں کے بے شمار فرقوں میں سے ایک فرقہ ہے جس کا باقی پنڈت دیانند سرستی ہے۔ جو سوامی در جانند سرستی کا چیلہ تھا۔ پنڈت دیانند سرستی لے ویدوں اور اپنے دل کی طرف بھی خصوصی توجہ بندوں کی اور صائمہ ہی ساتھ علم جدیدہ اور مغربی فلسفہ سے بھی آجھی اور واقفیت حاصل کی اور یہ چاہا کہ بندوں مذہب کی مکروہیاں اور اس کے تمام عیوب کو جھن جھن کر لٹگ کر دیا جائے اور ایسا مذہب تیار کیا جائے کہ جو فلسفہ جدیدہ کے بھی خلاف نہ ہو۔

تذکرہ ہندو مذہب ایک مضبوط مذہب بن چئے۔ لہذا ایک طرف تو وجود کے مدعی بننے کے لئے خدا کو ایک مانندیں اور کسی کو اس کا شرکیہ نہیں جانتے۔ اور دوسری طرف یہ کہتے ہیں کہ روح اور ماہدہ قدیم میں خدا نے تعالیٰ نے روح اور ماہدہ کو پیدا نہیں کیا بلکہ تفاہ سے روح اور ماہدہ، خدا کو مل گئے۔ حق تعالیٰ نے ان دونوں کو جو مجاز کر قسم قسم کی چیزوں بنایا۔ اگر خدا کو ماہدہ کے ذریت نہ ملتے تو خدا نہ زمین پیدا کر سکتا اور نہ آسمان اور نہ چاند اور نہ سورج اور اگر ماہدہ کے ساتھ روحیں نہ ہوتیں تو انسان اور حیوان کو نہ بناسکتا۔ یہ فرقہ حق تعالیٰ کو حقیقی معنی میں خالق نہیں مانتا اور نیز اگر یہ مذہب پر حق تعالیٰ کو علی کل شئی قدر پر نہیں کہہ سکتے۔ کیونکہ ان کے نزدیک حق تعالیٰ بغیر روح اور ماہدہ کی اولاد کے کائنات کے پیدا کرنے پر قادر نہیں۔ اور ماہدہ اور روح کے فنا کرنے پر قادر نہیں

## ایک شبہ اور اُس کا ازالہ

بعض جماعت شعار پر اعتراض کیا کرتے ہیں۔ کہ اگر اللہ کی صفت علی کل شئی قدر ہے تو خدا نے تعالیٰ اپنا مثال دوسرا خدا بھی بنائے گا۔ لیکن وہ یہ نہیں سمجھتے کہ، شرعاً تمام صفات کامل کے ساتھ موجود ہے۔ اور تمام ناقص اور عیوب پاک اور منزہ ہے۔ لہذا اس میں کوئی لیسی صفت نہیں فرض کی جاسکتی کہ ہو اس کی صفت کامل کے منافی ہو اور عیوب اور نقصان کا سبب ہے اس خدا کا اپنے مثال دوسرے خدا کا بنانا اُس کی صفت وحدت اور یکتا کے منافی ہے۔ اور اس کے مثال اور مقابل کا ہونا اس کے لئے عیوب ہے اس لئے دوسرے خدا کا وجود ہی فرض نہیں کیا جاسکتا۔ یہ فرض ہی سراسر غلط ہے۔

## بودھ مت والوں کی عقیدہ

اس مذہب کے پیروآج کل چین۔ جاپان۔ تبت۔ نیپال۔ برمہا۔ سیلون وغیرہ وغیرہ

مختلف ملکوں میں موجود ہیں مگر ہر ملک کے بودھوں کا عقیدہ مختلف اور ایک دوسرے سے جدا ہے بعض مصنفوں کے لام سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ بودھ نہ ہب میں ذات باری تعالیٰ کی ہستی کا عقیدہ ہی نہیں بلکہ اس اور وہ ایک دہری مذهب تھا اور بعض کہتے ہیں کہ اس مذهب دلے و پرو باری تعالیٰ کے قائل ہیں اور اس کو دحدہ لا شریک لامانتے ہیں اور بہنوں کے مشرکانہ عقائد سے بیرون ہیں۔

## خلاصہ کلام

یہ کہ ہر مذهب توحید کا مدعی ہے لیکن اسلام نے جو خالص اور کامل توحید پیش کی ہے کوئی قوم اس بے غل و غش توحید کا مقابلہ نہیں کر سکتی کسی نے اینٹ اور پتھر کے سامنے گوں ڈال دی اور کسی نے آگ پانی کو قابل پرستش سمجھا اور کسی نے اپنے ہاتھ سے بنائی ہوئی عورتوں کو حاجت روا اور مشکل کشا سمجھا اور کسی نے یہ سمجھا کہ خدا تعالیٰ معاوا شد اتنا مکروہ ہے کہ بغیر مادہ اور درون کے نہ پکھ بنا سکتا ہے اور نہ بھاڑ سکتا ہے اور کسی نے یہ سمجھا کہ ایک انسان با وجود تمام لشی خاچتوں کے اور ان کے خیال میں باوجود دشمنوں کے ہاتھ سے مقتول اور مغلوب ہونے کے خدا ہو سکتا ہے اور ظاہر ہے کہ حق اور سچا مذهب وہی ہو گا کہ جس کی توحید خالص اور کامل ہو اور جس مذهب کی توحید شرک کے ساتھ میں ہوئی ہو گی وہ باطل ہو گا۔

## شرک کی حقیقت

شرک، یونکہ توحید کی صورت ہے ماس لئے توحید کے بعد شرک کی حقیقت بیان کرنا مناسب ہے ایک درجہ میں ضروری معلوم ہوتا ہے کیونکہ فض کے بیان دینے سے محل کی حقیقت خوب واضح ہو جاتی ہے۔ ع دینہ تبیین الا شیلو شرک کے معنی نعمت میں حضوار ہونے کے ہیں اور اعلاء افتادی صرف اس طبقہ محتاط محتاط میں مخصوصاً المقاولۃ المفہیۃ فی حکم سیدۃ النبیۃ مرتضیہؑ کی وجہت کیں

شریعت میں حق تعالیٰ کی صفات مخصوصہ کو غیر خدا کہلئے ثابت کرنے کا نام شرک ہے۔ مثلاً غیر خدا کو واجب الوجود سمجھنا جیسے محسوسی سمجھتے ہیں یا مثلاً جیسا علم خدا تعالیٰ کو سے دیسا ہی علم غیر خدا کہلئے سمجھنا یا جیسی قدرت خدا میں ہے دیسی ہی قدرت غیر خدا کہلئے ثابت کرنا یا جیسے مرض کو شفاء دینے کی صفت خدا میں ہے۔ دیسی ہی صفت غیر خدا کہلئے سمجھنا یاد بیاوی معاملات میں اپنے ارادہ سے غیر خدا کو متصرف سمجھنا یا غیر خدا کو مستحق عبادت سمجھنا جس طرح بُت پرست سمجھے ہیں یہ سب صفتیں اللہ تعالیٰ کہلئے مخصوص ہیں جو شخص ان صفات مخصوصہ میں سے کسی صفت کو غیر خدا کہلئے خدا کی طرح ثابت کرے گا۔ وہ مشرک کہلاتے گا۔ اور وائرہ اسلام سے خارج سمجھا جائے گا۔ فَاللَّهُ تَعَالَى إِنَّ اللَّهَ لَا يَعْلَمُ إِنَّ لَكُمْ رَبُّكُمْ إِنَّمَا يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ إِنَّمَا يَعْلَمُ مَا أَنْتُمْ تَعْمَلُونَ

اس قسم کے شرک سے انسان وائرہ اسلام سے بالکل خارج ہو جاتا ہے۔ اس کے علاوہ قرآن و حدیث میں بیاعادہ نہود کہلئے نماز پڑھنے اور صدقہ دینے پر بھی شرک کا اطلاق آیا ہے اور غیر خدا کی قسم کھلنے میں بھی شرک کا لفظ استعمال ہوا ہے اور کسی چالور و غیرہ سے بدشکونی لینے پر بھی شرک کا اطلاق آیا ہے۔

اس قسم کے موقع میں شرک سے شرک حقيقة مراد نہیں کہ جس کی بناء پر کفر کا حکم لگایا جاسکے بلکہ ان افعال پر رسول مشرکیہ کے مشابہت کی بناء پر شرک کا اطلاق کرو یا گیا ہے۔ اول شریعت کا مقصد یہ ہے کہ یہ افعال شدید ترین حرام ہیں اور کفر و شرک کے مشابہ ہیں۔ غیر اللہ کو معبود سمجھ کر سجدہ کرنا شرک اعتقادی ہے جو تمام اویاں اور مل میں کفر قرار دیا گیا۔ اور غیر اللہ کو طبو

سلام محض تعظیماً سجدہ کرنا یہ حضرت آدم اور حضرت یعقوب علیہما السلام کی شریعت میں جائز تھا شریعت محمدیہ میں حرام قرار دیا گیا۔ محض سجدہ تعظیماً طبود سلام و آداب۔ اگر حقيقة کفر و شرک ہوتا تو کسی بھی کی شریعت میں بھی جائز نہ ہوتا۔ کیونکہ شرک کسی شریعت میں جائز نہیں قرار دیا گیا۔

شریعت محمدیہ پونکہ اکمل اشارت ہے اس لئے اس میں سجدہ تعظیماً کو بھی منوع قرار دیا گیا۔ اس لئے کہ اس میں صورت شرک کی ہے اس بناء پر غیر اللہ کو مدون اعتقاد و معبودیت محض تعظیماً سجدہ کرنا، شرک عملی ہو کا۔ شرک اعتقادی نہ ہو کا اور اصل شرک، شرک اعتقادی ہے، جو انسان کو وائرہ اسلام سے خارج کرنا ہے۔

مشرکین مکہ۔ جو بیوں کی عبادت کرتے تھے یا جو ہندو اپنے اوتاروں کی عبادت کرتے ہیں وہ اپنے بزرگوں کو علم اور قدرت میں خدا کے برائی نہیں سمجھتے، لیکن ان کو شریک فی الامور سمجھتے ہیں اور انہیں سے ان کو خدا اور عبود اور شریک خدائی کہتے ہیں۔ جیسا کہ ان آیات سے معلوم ہوتا ہے۔ وَ حَتَّلُوا إِلَيْهِ حَمَادَةً مِنَ الْجَنِّ شِيشَا وَ لَا نَعَامِرْ فَصَيْباً۔ قَدْ لَوْا هَذَا إِلَيْهِ يَتَعَمِّهُمْ وَ هَذَا لِبَشَرٍ كَانُوا حَتَّلُوا إِلَيْهِ شَرَكَاء۔ وَ تَحِيلُونَ لَهُ أَنْدَادَهُ

ان لوگوں کا اعتقاد یہ تھا کہ جس طرح شہابین عظیم الشان اپنے مقریان خاص کو ملک کے کسی خاص حصہ کافر را نہ دا اور محترم قدر کر دیتے ہیں اور بد عن حکم شاہی کے رعایا کی چھپوئی چھپوئی باتوں کا خود انتظام کرتے رہتے ہیں۔ اور ان کا اجزاء اور لفاؤ سلطانِ اعظم کی منظوری پر موقف نہیں ہوتا۔ گو اگر وہ روکنا چاہتے ہے تو روک سکتا ہے اور غالب اسی کی قدرت رہیں۔ اسی طرح حکم الحاکمین اور بادشاہ علی الاطلاق جل شادی نے اپنے خاص بندوں کو رتبہ الوہیت کی قلعت سے سرفراز کرتے ہیں۔ اور ان کو کچھ قدرت مستقلہ عطا فرمائے کہ کسی تدبیر و تصریح کا اختار بنا دیتے ہیں اور وہ اپنی تدبیر و تصریح میں ختم خداوندی کے منتظر نہیں رہتے اور کسی کو غصہ اور ضرر سے بچانا حق تعالیٰ کے ارادہ اور مشیت چڑھتی ہے پر موقف نہیں ہوتا۔ گو اگر حق تعالیٰ کے روکنے پا ہیں تو قدرت اسی کی غالب رہے گی۔

## خلاصہ کلام

یہ کہ شرک اکبر اور شرکِ صغیر یا بالفاظ دیگر شرک اعتقادی اور شرک عملی کا فرق صرف نہت اور اعتقاد پر ہے۔ اگر غیر ارشد کو کرع اور سجدہ نبیت عبادت کیا ہے اور عبود سمجھ کر ان کے سامنے سر جھکایا ہے تو یہ شرک اکبر ہے اور ایق الله لا یغضه ان شرک پر یہ میں اسی قسم کا شرک مراد ہے۔ اور اگر بلا معبد سمجھے ہوئے اور بلا نبیت عبادت محض تعظیم بالطورِ سلام و آذب کسی کو کرع اور سجدہ کیا ہے تو یہ شرکِ صغیر ہوگا۔ بلکہ اسے لکھا ہے کہ ائمۃ التہذیب ائمۃ النیقل کا قائل اگر ہبھری ہے تو یہ کلام اسناد حقیقی پر محول ہوگا۔ معلوم ہوا کہ اصل دار و مدار اعتقاد پر ہے

اور یہ شرک پہلے شرک سے کم درجہ میں ہے اور تین مادوں میں ذائق یعنی یقناً میں، اسی قسم کا شرک داخل ہے۔

معتزل بندہ کو اپنے افعال کا خالق مانتے ہیں ابھی وجہ سے حدیث میں آیا ہے کہ قدیمہ (جو لوگ) بندہ کو اپنے افعال کا خالق مانتے ہیں، اس امت کے محسوس ہیں معلوم ہوا کہ معتزلہ با وجوہ اس عقیدہ کے امت اسلامیہ کے دائرہ سے خارج نہیں۔ اس لئے کہ معتزلہ بندہ کو خدا کی طرح خالق اور فاعل مطلق اور قدر مطلق نہیں مانتے ہیں وجد سے مستلزم ہیں اور فقهاء نے معتزلہ کو فرقی اسلامیہ سے شمار کیا ہے، حقیقتہ محسوس کی طرح ان کو کافر اور مشرک نہیں بتایا بلکہ یہ نکلا کہ خلق افعال کا شرک، محسوس کے شرک سے کم درجہ ہے اور یہ شرک انسان کو ملت اسلام سے بالخلیہ خارج نہیں کرتا۔

## اسلام کی دوسری اصل ثبوت و رسالت

اسلام کی دوسری اصل ثبوت و رسالت ہے وحدانیت کی طرح ثبوت و رسالت کو حق سمجھنا، اور اس پر ایمان لانا فرض اور لازم ہے یعنی جس طرح حق تعالیٰ نے انسان کے جسمانی امراض اور جسمی بیماریوں کے معالجہ کیلئے اطباء کو پیدا کیا اسی طرح روحانی امراض اور جسمی بیماریوں کے معالجہ کیلئے رسولوں اور انبیاء کو بھیجا تاکہ ہماری روحانی بیماریوں کا مادوں میں کریں اور جن امور یعنی مخلوقات وال ہم خدا کو ہماری عقلیں معلوم نہیں ہو سکتیں ان سے بندوں کو سماں کریں ان حمد کو بندے، لُرچہ خود مخدود اپنی عقولوں سے معلوم نہیں کر سکتے لیکن ان میں اتنی استعداد ضرور ہوتی ہے کہ اگر کوئی سچنکو تباہ سے تو اس کو سمجھ سکیں، اسکی مثال یہی ہے کہ جبیے طبیب اور ڈاکٹر کے تبلائے بغیر دو یہ کے خواص معلوم نہیں ہو سکتے لیکن جبیے کے تبلائے سے معلوم اور مفہوم ہو سکتے ہیں اور تجربہ سے پوری طور پر ان کی تصدیقی ہو جاتی ہے۔

اب یہم اسلام کی اس دوسری اصل کے متعلق چند ضروری بحثیں ہیں یہ ناظریں کرتے ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ  
الرَّحْمٰنُ اَعْلَمُ بِمَا يَعْرِفُ

## منصب نبوت

حق جل شانہ نے کائنات کو مختلف الانواع اور مختلف الاقسام پیدا فرمایا اور کائنات کی کوئی نوع ایسی نہیں کہ جس کے افراد میں حق تعالیٰ نے اختلاف و تغلوت نہ رکھا ہو جگہ تو میں کوئی مذکور نہیں ہو دیکھ رہا ہے نباتات میں ساگ اور پالک بھی ہے اور گلبنفشہ اور زعفران بھی ہے۔ حیوانات کو لیجھئے۔ انہیں گدھا اور گٹتا بھی ہے اور بکری اور بہن بھی ہے انسانوں کو لیجھئے کسی کا دل آئینہ کی طرح صاف و شفاف ہے اور تپھکی مانند ہے۔ آفتاب کی شعاعیں اوسے اور آئینہ سب پر پڑتی ہیں جو دل آئینہ کی طرح صاف اور شفاف ہے وہ آفتاب کی روشنی کو اپنے اندر جذب کر لیتے ہے اور آفتاب کا جلوہ دکھانے ہے اور جو دل ابھی آئینہ ہی نہیں بنایا آئینہ تو ہے مگر زنگ آؤ دے ہے یا سیاہ ہے وہ آفتاب کے عکس کو قبول نہیں کرتا قصور قابل کی جانب سے ہے فاعل کی جانب سے نہیں ہبھیرج سمجھو کر نور السماءات والارض کے نوار و تجلیات کے عکس کو وہی آئینہ دل قبول کر سکتا ہے کہ جو تمام زوالیں کے ابوان سے پاک ہو اور ہر قسم کے زنگ سے صیقل ہو چکا ہو۔

پس بھی آدم میں سے جو نفوس آئینہ کی طرح صاف و شفاف ہوں۔ اونہ حیوانی اور شیطانی اداہ سے پاک اور منزہ ہوں ان میں سے حق جل شانہ کسی کو اپنی سفارت اور خلافت کیلئے منتخب فرماتے ہیں اور ان کو اپنے کلام اور خطاب خاص سے عزت بخشتے ہیں اور اپنے احکام اور ہدایات سے ان کو مطلع کرتے ہیں تاکہ یہ پاک نفوس۔ حق جل شانہ اور اس کے عام بندوں کے درمیان واسطہ ابلاغ اور ذریعہ پیغام خداوندی بن سکیں تاکہ لوگوں کو رشد اور ہدایت کی راہ پر نکالیں۔ اور ہمکار سے ڈراکر و فرنخ سے بچائیں اور منجیات کا پتہ دے کر لاونجات پر لے آئیں۔ پس جس برجزیدہ بندہ کو حق تعالیٰ خلقت کی ہدایت کیلئے اپنا

پیام اور احکام دے کر بھیجیں، اہل اسلام کی اصطلاح میں اُس کو نبی اور رسول اور پیغمبر کہتے ہیں لفظ نبی اور نبوت بینائے مشق ہے جس کے بغیر معنی خبر کے ہیں اور اصطلاح شریعت ہیں نبی اوس برگزیدہ بندہ کو کہتے ہیں کہ جو من جانب امداد ہدایت خلق اور احکام الہیہ لوار اخبار خداوندی کی تبلیغ پر مامور ہو یا بالفاظ ویگریوں کہو کہ نبی اُس برگزیدہ بندہ کو کہتے ہیں جس کو حق تعالیٰ نے اپنے خاص تجزیوں اور حکموں کیلئے مخصوص کیا ہو کہ ان تجزیوں کو ذمی عقل مخلوقات کی طرف پہونچتے تاکہ یہ برگزیدہ بندہ تمام لوگوں کو ان تمام باتوں سے واقف کر دے جو لوگوں کے دین اور دنیا کے صلاح اور فلاح کا ذریعہ ہیں۔ پس جو برگزیدہ بندہ خدا تعالیٰ سے خبر پا کر بندوں کو خبر دے وہ نبی ہے اور ان چیزوں کے خبر دینے کا نام نبوت ہے اور وزارت اور سفارت کی طرح یہ ایک منصب ہے جلیل ہے جو حق تعالیٰ کی طرف سے پہنچنے برگزیدہ بندوں کو عطا کیا گیا۔ محقق ابن امیر الحاج شرح تحریر الاصول ص ۷ میں تحریر فرماتے ہیں۔

بعض محققین فرماتے ہیں کہ نبوت و رسالت کی سب سے نیادہ جامع تعریف یہ ہے کہ نبوت و رسالت، اُس منصب سفارت کا نام ہے کہ جو حق تعالیٰ اور مخلوق کے مابین ہوتا کہ خدا تعالیٰ کا یہ سیفر (نبی)، اُس منصب سفارت کے ذریعہ اپل ٹھنڈ کو ان امور سے ہگاہ کرے جس سے اہل عقول کی عقول قاصر اور عاجز ہیں مثلاً ان کو معبود برحق کی صفات اور کمالات اور معاد (یعنی آخرت) اور دنیوی مصالح سے ہگاہ اور واقع کرے اور پندوں صاحب سے ان کی ہدایت اور رہنمائی کرے اور اُن شبہات کا ازالہ کرے جو ان کی ہلاکت اور برپادی کا سبب ہوں۔

قال بعض المحققین اجمع الاقوال  
الشایحة للرسالة الالهیۃ  
انها سفارۃ بین الحق والخلق ربہ  
او لی الاباب علی ما یقص عنہ عقولهم  
من صفات معبودهم ومعادهم ومصالح  
دينهم ودنياهم ومستحبات تهدیاً  
ودواهم شیء ترمیهم۔ اخ

ص ۷، شرح تحریر الاصول

رفائلہ کا حضرات انبیاء کو حکم اگرچہ ایسے امور کو بیان فرماتے ہیں کہ جو لوگوں کی عقولوں سے  
ہلاپتے ہیں اور لوگ ان کو اپنی عقل سے معلوم نہیں کر سکتے لیکن ان میں اتنی استعداد ہوتی ہے  
کہ اگر کوئی ان کو تبائے قوانین کی عقليں اس کو سمجھ سکتی ہیں۔ اس کی مثال ایسی ہے کہ جیسے طبیب  
اور داکٹر کے تبلائے بغیر ادویہ کے خواص معلوم نہیں ہو سکتے۔ طبیب کے تبلائے سے سمجھ میں آسکتے  
ہیں۔ اور عقل پورے طور پر ان کی تصدیق کرتی ہے اور معلوم کر کے انکو عمل میں لاسکتے ہیں۔

بعض علماء یہ کہتے ہیں کہ نبوت کے معنی ارتقاء اور علویتی بلندی کے ہیں لیس نبی و شخص  
ہے جس کو بارگاہ خداوندی سے خاص طور پر بلندی حاصل ہو کہ بلا کسی تعلیم و تعلم اور بلا کسی کسب  
اور اکتساب کے خدا کی بھانب ایسے علوم اور معارف عطا کئے گئے کہ جو عقل سے یا لا اور یہ تو  
ہیں اور کسی اور اکتساب سے حاصل نہیں ہو سکتے اور پھر من جانب اللہ اس کو یہ حکم ہوا کہ  
وقتاً فوتاً ہماری بارگاہ سے جو حکم اور جو خبر اور جو پیغام تم پر اُترے وہ بندوں تک پہنچا دو لیں  
جو خدا تعالیٰ کے ان علوم اور احکام کو بندوں تک پہنچائے وہ نبی ہے اور اس عظیم الشان منصب  
اور بلند ترین مرتبہ کا نام نبوت اور رسالت ہے۔ اور ظاہر ہے کہ خداوند ذوالجلال کی سفارت  
اور خلافت سے بڑھ کر کوئی بلند اور برتر منصب نہیں ہو سکتا۔ واللہ یختص برحمتہ من یشاؤ۔  
یہ وہ بلند منصب ہے کہ جس کے صاف ہفت اقیم کی پادشاہت بھی یہی ہے اسی وجہ سے تمام  
اہل اسلام کا اجماع ہے کہ نبوت حضر علیہ خداوندی اور رہبست ربانی ہے۔ اللہ تعالیٰ جس کو  
چاہتا ہے نبوت کی خلعت سے سرفراز فرماتا ہے۔

فلسفہ کے نزدیک نبوت مجاہدہ اور ریاضت بھی حملہ ہو سکتی ہے لیکن نزدیک امرکسی ہے وہ اہل حجۃ  
کے نزدیک امر جبی ہے۔ کوئی شخص کتنا ہی اللہ اور قابل کیوں نہ ہو، محض قابلیت سے خود بخود  
ذمہ اور سیف نہیں بن سکتا۔ جب تک پادشاہ کسی کو اپنے حکم سے وزیر اور سیف مقرر نہ کرے منصب  
اور عہدہ کے لئے حکم سلطانی ضروری ہے محض قابلیت کافی نہیں۔

## نبی اور رسول میں فرق

بجز علماء کا قول ہے کہ نبی اور رسول میں کوئی فرق نہیں۔ ان دونوں ناظموں کا اطلاق ایک

ہی معنی میں ہوتا ہے مجتھیں کے نزدیک نبی اور رسول میں فرق ہے اور یہی جمہور کا سلک ہے کہ نبی عام ہے اور رسول خاص ہے جس شخص پر اللہ کی طرف سے حجی آتی ہو اور ہدایت خلق اور تبلیغ احکام الیہ پر مأمور ہو وہ نبی ہے اور انہوں کے علاوہ اُس کو من جانب اللہ کوئی خصوصی امتیاز حاصل ہو مثلاً اس کو کوئی نئی کتاب یا نئی شریعت دی گئی ہو پا شریعت تو جدید نہ ہو مگر جس قوم کو اس کی طرف بھیجے گئے ہوں وہ جدید ہو، جیسے حضرت اہماعیل علیہ السلام کہ ان کی شریعت تو شریعت ابو ایمہؑ تھی مگر ان کی بعثت دوسری قوم کی طرف ہوئی تھی یعنی قوم جرم کی طرف مبسوٹ ہوئے تھے یا اکذبین کے مقابلہ اور مقابلہ کیلئے بھیجا گیا ہو وغیرہ وغیرہ تو اس کو نبی رسول یا رسول نبی کہتے ہیں۔

ہر سبی کو حق تعالیٰ نے وحی اور تزویل ناٹک سے سرفراز فرمایا۔ اور ہر نبی کو اتنے محیرات بھی عطا فرمائے جس سے ان کی نبوت اور پیغمبری ثابت ہو جائے مگر بعض انبیاء کرام کو اس کے علاوہ کچھ خصوصی امتیاز بھی عطا ہوئے۔ مثلاً حضرت آدم کو حق تعالیٰ نے خود اپنے بے چہن دلکون دست قدرت سے پیدا فرمایا اور اپنا خلیفہ بنایا۔ اور مسجد و ملائک بنایا۔ اور مومنی علیہ السلام کو اپنے کلام سے سرفراز فرمایا۔ اور ابراہیم علیہ السلام کو اپنی خلدت کا خلعت پہنایا وغیرہ وغیرہ پس حضرت انبیاء میں سے علاوہ وحی الہی اور محیرات کے جن کو بارگاہ خداوندی سے کوئی خصوصی امتیاز حاصل ہوا وہ نبی رسول یا رسول نبی کہلاتے ہیں۔

## انبیاء کرام کی ضرورت

بالفاظ دیگر

## نبوت کی ضرورت

آزاد مفسشوں کا ایک گروہ تھا ہے کہ جو اپنے کو خدا تعالیٰ سے آزاد خیال کرتا ہے ادا اپنے وجود کو مادہ اول اس کی حرکت قدریہ کا مرہون منت سمجھتا ہے اور قدریہ کا قائل نہیں اندود سرگردہ وہ ہے کہ جو خدا تعالیٰ کی ہستی کا اقرار کرتا ہے اور کچھ آخرت کا سمجھتا ہے

ہے بطوریہ کہتا ہے کہ بعض خدا کو ماننے سے انسان بخات پا سکتا ہے۔ انجیاء کرام اور انہی کی شریم کی ضرورت کو تسلیم نہیں کرتا اور ان میں سے بعض ایسے ہیں کہ جن کو اپنی عقول پر لامنڈ ہے وہ یہ سمجھتے ہیں کہ جس طرح ہماری بینی عقل سے جسمانیات اور ادایات کی تحقیق کر سکتے ہیں۔ سچھ ہماری بینی عقل سے رد حفایات کی تحقیق کر سکتے ہیں جیسا کہ معاشرہ اور مردمی کی ضرورت نہیں پر عقل کی تحریر کرے کہ رد حفایات میں پڑے اور تمہارے منہ کے لطفی بجھے یا پڑے ملائکہ حفایات اور حفایات میں ملائکہ اور مردمی سے متعلق ہیں خوب کہ جو کبھی نہ سمجھتا۔ احمد یعنی ہاشم بن عاصم جسمانی اور علمیہ و حافی کی فہدیہ میں ہے۔ اس نامہ اپنی کو یہ بھرپور کہ جسم بغیرِ من کے اپنی نہیں رہ سکتا۔ فتنی انسان ہے کہ نہیں نظر آتا ہے افسوس نظر نہیں آتا۔ یہ گروہ اپنے اپنے کتابوں کو تقویم پار نہیں اور پڑافی دستاویزیوں کو فایہت دے جو ضرورت دیتا ہے ہیں۔ جو اونگے گذشتہ فلاسفہ اور سائنس داروں کی پہنچی دستاویزوں کو فایہت دے جو ضرورت ہے رفتہ ہے، ان کے متعلق سمجھی یہ گمان نہیں کہ کہ قدیم سائنس داروں کی حقیقت کے تتم دفتر دیا یا کہ کوئی چیز ایسے دستاویزیوں کی ضرورت نہیں۔

کوئی شخص کتنی بھی جرمی، استحداد و اندھہ قابیت کا اصل بین جسے بیرون کے چارہ نہیں کر دے گذشتہ فلاسفہ اور سائنس داروں کی ضرورت اور قابیت کو تسلیم کرے! وہ جسی راہ سے، نہیں نہیں اس میدان میں قدم رکھ سکے اسی راہ سے، اس راہ پر ہے بیرون کی زبان اور ان کے اصل کی پیروی کے ہے میاں ملکن نہیں۔

## تحقیقت لمح

مسلم نہیں بدلتے تحریر ہے بدلتے ہیں اور جنتری کے امول جمالہ قائم ہیں میکن تریخیں ہرگز کل مختت ہیں اور شریعت محمد پر آخری شریعت ہونے کی وجہ سے دائمی جنتری کا حکمہ کرتی ہے۔ شریعت اسلامیہ کو علم ہند سہ اور تحریر اقلیدس کی طرف تبحو کر جدھال کو تجویخ بھجھے ہے میں ہی غلط نکالت اپنی جہالت اور نادالی کا ذکار بھجھنے ہے میں وہ سخن لے جو تحریر اقیس سیں تملی کرے اور ہرگز ترقی نہیں جلد تحریر کرے۔ اقیس کے دعووں کو ثابت کرنے کے لیے اہنگ کو حسی صور پر بھانے کیسے کیجئے قیش کے آوت یا جو روئیے اس ترقی سے حوصل علم ہیں تو اُن ترقی نہیں ہوتی ہیں۔

حسی تجربہ میں اضافہ ہوا۔ یا یوں کہو کہ عقل سے بوجھہ ملکا ہو گیا اور تمام بوجھہ ظاہری حواس پر آپر امدادیات کی ترقی ہے جو عقل کا تسلیم ہو رہا ہے۔

بہوں نسخ کو حال سمجھتے ہیں اور انہوں نے نسخ کے معنی یہ سمجھتے ہیں کہ ایک حکم صادر کرنا اور بعد میں جب اس میں غلطی نظر آئی تو اس میں ترمیم کرنی یا اُس کو باطل ادا کر اس کی جگہ کوئی دوسرا مناسب حکم رکھ دینا۔ خوب سمجھو لو کہ اس قسم کے نسخ کو ہم بھی حال کہتے ہیں مگر جس نسخ کے ہم قائل ہیں، اس کے معنی فقط تبدل حکم کے ہیں۔ یعنی ایک حکم صادر کیا جائے اور حکوم رعنی جس کو حکم دیا گیا ہے، وہ اس حکم پر ایک ملت تک عسل کرنا رہے پھر حاکم کسی مصلحت سے بچائے اُسکے مکروہ دوسرا حکم دیے تو یہ نسخ ہے حکم دینے والے کے علم میں تھا کہ یہ حکم چند روز کیلتے ہے مگر حکوم کو اس کی خبر نہ تھی جکم دینے والے کے علم میں جو اس حکم کی میعاد اور مدت تھی جب وہ ختم ہو گئی اس نے اُس کے بجائے دوسرا حکم صادر کر دیا اور یہ حال نہیں بلکہ اس کی ہزاروں مثالیں موجود ہیں۔

باوشاہوں کے حکام میں تغیر اور تبدل کا ہونا اور طبیبوں کے شخوں میں تغیر و تبدل ہونا رفڑ کا مشاہدہ ہے۔ بہوں بوجسخ کے حال ہونے کے مدعا ہیں اُن کے پاس کوئی دلیل نسخ کے حال ہوئے کی موجود نہیں صرف مذہب اسلام سے گزینہ احمد پہلوتھی کیلتے یہ قاعدہ لکھ رہا ہے۔

## بعثت انبیاء کی ضرورت

عقل یہ کہتی ہے کہ جس فرد نے ہمکو وجود عطا کیا اُسکی معرفت اور اطاعت اور اسکی رضا بوجی، اور اُسکا شکر ہم پر اجتنبی اور اُسکی صحیح معرفت اور طریقہ اطاعت اور ادا دائے شکر کی صحیح کیفیت پہنچ لشکر تلا نے اور واقعہ کرائے ملکی نہیں چیز طرح ہمکو ایک چارزی باوشاہ کے حکام بدوس و ذیر کے نہیں ملزم ہر سکتے تو تھنا شاہ حقیقی کے حکام سے واقعہ ہوئی کہ نے ایک واسطہ چاہیے اس واسطہ کا نام شریعت کی زبان نہیں بھی اور رسول ہے۔

نیزوں گوں کی عقلیں متفاوت بھی ہیں اور مختلف بھی، کوئی اسکی چیز کو چھا سمجھتا ہے اور کوئی برا برا کوئی خستہ بستی کو عبادت اور ذریغہ بخات سمجھتا ہے اور دوسرا اس کو کفر اور شر کر اور ہم ہلاکت سمجھتا ہے حق تعالیٰ نے اس اختلاف کو رفع کرنے کیلئے حضرات انبیاء کو معموت فرمایا تاکہ تمام کو یہ ایک نیزہ برکت پر نہ ہو اور متفق ہو جائیں۔

اگر حضرات انبیاء و محدثین نہ ہوتے تو دنیا سے نیک و بد اور ایمان اور کفر اور عدل اور ظلم کی تغیرت نہ جاتی۔ جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ ایمان اور کفر کیا ہے۔ ان کا یہ قول ایسا ہی ہے، جیسا کہ کوئی پہلے کہ صدق اور کذب اور ظلم اور عدل ہیں کیا فرق ہے جسکی حیثیتے صحت ہو وہ کرنے۔ کسی ملک کے باشندے کتنے ہی تعلیم پا فتنہ اور عاقل اور دانائیوں نہیں مگر حکومت ملک کو شخصی آزاد اور رفاقت خیالات پر نہیں چھوڑ دیتی بلکہ ان کے لئے ایک دستور اور قانون مقرر کرتی ہے اور نہ کبھی کسی ملک کے باشندوں نے یہ احتجاج کیا کہ یہیں کسی قانون اور دستور کی ضرورت نہیں۔ یہیں اللہ تعالیٰ نے عقل بیسی نعمت عطا کی ہے ہبنا یہیں کسی اور دستور اور قانون کی ضرورت نہیں۔

### فسادِ عالم کا اصل سبب اغراض اور نفسانی خواہشیں ہیں

اویان کی اصلاح حضرات انبیاء و رام اور ان کی شریعتوں سے ہوتی و ذاتہ الحق اہوازهم لفاسدات السیوات والارض والانتہم آهواز الدین لا یعینون۔ اسی وجہ سے انبیاء کا مخصوص عن الہوی ہونا لازم ہوا اس لئے کہ خود غرض اور شریعت پر مست کی اطاعت پر کوئی دل آمادہ نہیں آتا حتیٰ کہ خود غرض بھی خود غرض کی اطاعت نہیں کرتا۔ اور بے غرض کی اطاعت پر خود غرض بھی آمادہ ہو جاتا ہے۔

### (ولیل دو ص)

رعایا کو باشاہ اور اس کے دستور اور قانون کی اتنی حاجت نہیں جتنا کہ بندوں کو خانق کی اطاعت اور اس کے دستور اور قانون یعنی شریعت کی ضرورت ہے، بندہ بعین خدا کے زندہ نہیں رہ سکتا۔ اور عایا بدولن باشاہ اور حکومت کے زندہ رہ سکتی ہے۔ جیسے پانچ سو سال پہلے امریکیہ زندہ رہتا تھا اور وہاں کوئی حکومت اور قانون نہ تھا۔ اور ہسلام کا قانون امریکہ کے وجود اور ظہور سے سات سو سال پہلے موجود تھا اور دنیا میں رائج تھا اور یورپ نے اسلامی ہی فقہ کو سامنے رکھ کر قانون بنایا ہے جیسی کا المقارنات التشريعیہ و تاریخ فلاسفہ الاسلام میں اس پر فصل بحث کی ہے افسوس کا ای بہمارے روشن خیال بھائی یہ پوچھتے ہیں کہ کیا اسلام میں کوئی دستور اور قانون موجود ہے اور اگر ہے تو اج کل اس قانون پر کیسے حکومت چل سکتی ہے۔ یہ ناچیز کہتا ہے کہ حکما فی اور عدل عمرانی کا صحیح طریقہ وہ ہے جو اسلام نے تباہا۔

جس کا جی چاہے علماء، سلام سے مناظرہ کر لے اور اسلامی دستور اور امریکی دستور کے مذاہدہ پر کا فرضی بلانی جائے۔ خلاصہ کلام یہ کہ بندوں کو دینی اور دنیوی احمدیں خدا تعالیٰ کی نعایت درج احتیاج ہے۔ جس کے سامنے با دعاہ اور حکومت اور قانون اور دستور کی حاجت پاسنگ کی شبکت دھمی نہیں رکھتی۔

## وجی اور الہام

وجی کے معنی لغت میں اشارہ اور کلامِ خنی کے ہیں کہ جس میں ظاہری حواس کو خل نہ ہو، اور انہا م کے معنی ہیں۔ دل میں کسی چیز کا دلنا اور انقاء کرنا معنی لغوی کے حوالے سے دونوں لفظ قریب قریب ہیں اس معنی کو کائنات عالم میں سے کوئی مخلوق سمجھی لیسی نہیں، کہ بودھی اور الہام کے فیض سے محروم ہو جادات اور بیانات اور جیوانات اور انسانوں اور فرشتوں اور جنات سب کو اپنے خالق سے انقاء اور الہام ہوتا ہے مگر فرق درجات اور مرتب کا ہے۔ ہر مخلوق کو اپنے مرتباً کے مطابق بارگاہ خداوندی سے انقا ہوتا ہے۔ قال مسیح تعالیٰ نفس و ماسواها فالہبها فجو رہا تو قواها واعینی کل شئی خلقہ فهدای دو جی فی بخ سما و امرا ها۔ ہرست تعلق نیست مخلوقے ازو

انصلے پرے مکیف بے قیاس ! ہمت رب الناس را باجان ناس

سب سے بلط آشنا ہے تجھے دل میں ہر ک کے دنی ہے تجھے

فرض یہ کہ ہر مخلوق کھول میں اپنے خالق کے ساتھ تاربری کا کوئی سلسہ ضرور ہے۔  
 (۱) جادات اور بیانات کو یہ الہام ہوتا ہے کہ اس جانب میں بڑھو فلسفی اور دھری کہتا ہے کہ یہ مادہ کی حرکت ہے۔ خدا پرست کہتا ہے کہ حرکت بندوں محرک کے عکن نہیں۔  
 (۲) شہدگی مکھیوں کو الہام ہوتا ہے کہ فلاں فلاں ورخت کے پہلو کا رس بوس کراؤ تاکہ یہ شہد تیار ہو۔ وادی ریٹ الی التحل ان اتحدہ میں الجبال۔ بیانات کے الہام کی دلیل یہ ہے کہ وہ ملن بیانات کو خوب پہچانتے ہیں جو لگنے لئے مفید ہیں اور جو لگنے لئے مضر ہیں! فلاں بینظر عن الی الی اجل کیف خفت  
 (۳) حام انسانوں میں الہام کا مسلسلہ ہے (۴) آخر شیرخوار بچہ کو اور اسکے درود کو اور اسکے پستان اور اسکے پوئے کی بیشیت کو کس طرح جان لے ہے یہ الہام ہی قلبے قلوب میں وفتحہ کسی چیز کا آجنا نا یہ سمجھی تاہام ہے۔ کسی صوری خسر سے دل میں وفتحہ غیر معمولی ریات کا آجدا یہ گی الہام ہے۔

اور اصطلاحِ شریعت میں وحی ہم پیغام اور کلام کو کہتے ہو اشد تعالیٰ کی طرف سے بنی پر القاعد ہو،  
خواہ بلا واسطہ ہو یا بالواسطہ کسی فرشتے کے ہو۔

ہمارا نفس ناطقہ۔ احصلو جسمانی کو بوجو حکم دیتا ہے! اعضاء، اس کی تعلیم کرتے ہیں کیونکہ سب  
اس کے تصرف میں ہیں اور وہ سب پر حاکم ہے مگر ہم قصر را دیاک کی وجہ سے نفس ناطقہ کے  
کلام اور اس کے حکام کی حقیقت نہیں سمجھتے مگر اچھا لائنا ضرور جانتے ہیں کہ نفس ناطقہ کو ان اعضا  
کے ساتھ خاص تعلق ہے کہ جس کی بناء پر ان کو حکم دیا ہے کہ یہ کام کرو اور یہ کام نہ کرو۔ اور یہ  
بھی جانتے ہیں کہ نفس ناطقہ اندر و فی طور پر ان اعضا سے ضرور کوئی کلام اور خطاب کرتا ہے جو حرف  
اور صوت را وہاں سے پاک ہے پس جس طرح نفس ناطقہ اپنے اعضا پر تعلق خاص کی بناء پر حکم نافذ کرتا  
ہے جو کائناتِ عالم کو سمجھو کر تمام کائناتِ حق تعالیٰ کے تصرف میں ہے جن پر املا تعلیم  
اندر و ان طور پر حکم نافذ کرتا ہے کہ غلام کام کرو اور غلام کام نہ کرو۔ اور یہی کی مجال نہیں کہ اس کے  
حکم سے مرتبانی کر سکے جو تعالیٰ شانہ کے اسی، ندروں کلام اور پیغام کا نام وحی ہے بجود جو جس  
میں تمام کائنات میں مشترک ہے مگر انواع و اقسام کے اعتبار سے اس کے درجات اور مراتب میں  
شہد کی مکھی اور مکڑی اور نوں پر وحی آتی ہے مگر ذمیت مختلف ہے۔

درجہ بنس میں فرشتوں پر بھی وحی آتی ہے اور شیاطین اور جنات کو ہمی القاء ہوتا ہے مگر  
فرق نہیں اور آسمان کا ہے اس بسطر جس سمجھو کر انہیاں پر وحی آتی ہے اور کاہنوں اور دجالوں پر  
بھی وحی آتی ہے مگر دونوں وحیوں میں فرق ہے۔

انہیاں پر جو وحی آتی ہے وہ اکثر دبیثہ فرشتوں کے واسطے سے آتی ہے نزل بندار و سر  
الامین علی قبلہ۔ اور کاہنوں اور دجالوں پر شیاطین وحی لے کرتے ہیں۔ و ان الشیاطین  
لیوحوں ای اولیاء وہم حل ایشکم علی من قتلز الشیاطین۔ لفظ وحی مرتبہ بنس میں اگرچہ  
ہم ہے ملسان اور جن اور فرشتہ سب کو شامل ہے مگر اصطلاح میں وحی اسی کلام اور پیام کو  
کہتے ہیں جو من جانب اشکسی پر گزیدہ بندہ پر نازل ہو۔ جیسے نفذ کلام اگرچہ درجہ بنس میں جمع  
کیا جائی کوئی شامل ہے مگر اصطلاح میں صرف ملسان کے بول کو کلام کہتے ہیں جو موجودہ سماں نے  
وہ اس ظاہری کی ادویہ کیتے کچھ آلات ایجاد کئے ہیں مگر یہ برسی نہیں دُور بینیں بنائی ہیں جس سے

دُور کی چیزوں نظر آجائی ہیں جتنی کہ آسمان کے ستارے اور ان کی حرکات نظر آنے لگتی ہیں۔ اور خود دبین بنائی ہیں جن سے وہ باریک سے باہمی چیزوں نظر آجائی ہیں جو ہنکھ سے دکھانی ہیں دیتی۔ اسی طرح شعاع بصری کے لفڑوں کو قوت دینے کیلئے ایسے آلات ایجاد کئے ہیں جن کے استعمال سے شعاع بصری اجسام تجوہ سے پار ہو کر ان کے سچھپے کی چیزوں بھی تبلادیتی ہے یا کہ ان کی ذمیں جو چیزوں بیس وہ نظر آنے لگتی ہیں۔ قوت سامنہ کی امداد کیلئے آلات ایجاد کئے ہیں جن سے سمنے میں مدد ملتی ہے۔

آوازوں کے محفوظ کرنے کیلئے آلات ایجاد ہونگے ہیں وغیرہ وغیرہ یہ تمام ایجادات ملبوسات کے متعلق ہیں جو محدود ہے چند ہیں اور نہ معلوم آئینہ چل کر کسی کس قسم کے آلات ایجاد ہونگے معلوم ہوا کہ اور اک اور علم کے ذریع اور وسائل محدود اور محدود نہیں۔ پس جبکہ اور اک حسی کے وسائل محدود نہیں تو اور اک روحانی کے وسائل کو محدود قرار دینا کیسے صحیح ہو گا، اور اس سے پڑھ کر نادانی یہ ہو گی کہ اور اک روحانی کے وسائل انہی چیزوں کو قرار دو یا جائے کہ جو اور اک حسی کے وسائل ہیں۔ اے میرے عزیز و جب ایک انسان ایسے آلات ایجاد کر سکتا ہے کہ جو انسان کے بواسطہ خواہری میں معین اور مددگار ہوں تو کیا خداوند ذرا بخلال اپنے کسی بوجگزیدہ بندہ کو ایسے جسمانی یا روحانی قوائے اور ایسے عطا نہیں کر سکتا کہ جن کے ذریعے سے اس بوجگزیدہ بندہ کو بسی جسمانی چیزوں و کھانی دیتی ہوں۔ کہ بودھ سروں کو نہ دکھانی دیتی ہوں امداد اس کو دھوادا اس سنا فی دیتی ہوں بجود سروں کو دسانی دیتی ہوں۔

## ثبوتِ ثبوت

حقِ جل خاد نے جس کسی کو اپنی نبوت سے سرفراز فرمایا، ابتلاء خلقت ہی سے اُسکے تمام علاط اُس کی عقل اور فہم اور اس کے اخلاق اور اطوار فطری طور پر منہا یت محمود اور پسندیدہ ہوتے ہیں۔ جس سے وہ تمام انسانوں میں ممتاز نظر آتے ہیں اور وعوںے نبوت کے بعد ان حضرات سے ایسے خارق عادت امور کا صدور اور قلیل ہوتا ہے کہ جو قوتِ الشہود کی حدود سے خارج ہوتے ہیں جیسے حضرت ابراہیم عليه السلام کیلئے ہل کا برڈ اسلام

ہو جانا اور موسیٰ علیہ السلام کے عصا کا سائبن پ بن جانا۔ اور علیسی علیہ السلام کے ۴۷۶ نچیرنے سے مددوں کا زندہ ہو جانا اور نابینا کا بینا ہو جانا اور بنی اسرائیل موسیٰ علیہ السلام کی ایشانیت مبارک کے اشارہ سے چاند کے دنگرے ہو جانا وغیرہ وغیرہ اس قسم کے افعال رجبار معجزات کہتے ہیں، حضرات انبیاء کے دعویٰ سے بیوت کی دلیل اور بڑاں ہوتے ہیں۔ اور ان کی صفات کے خالد اور گواہ ہوتے ہیں۔ ایسے افعال کو دیکھ کر لوگ یقین کر لئتے ہیں کہ یہ حضرات خدا کے برگزیدہ اور فرستادہ ہیں جن کی تائید کیلئے من جانب اللہ ایسے قدرت کے کوششی طہرہ میں آرہے ہیں جن سے تمام عالم عاجز اور قاصر ہے۔ بھروسے اور سکار کیلئے غریب سے اس قسم کے امور کا ظہور ممکن نہیں چونکہ ایک بشر و دمترے پیش کی اطاعت اور فرمادری کیلئے آناؤ نہیں ہوتا۔ اس لئے حق تعالیٰ نے حضرات انبیاء کرام کو معجزات قابلہ دے کر بیسجا تاکہ ان کو دیکھ کر لوگوں کی گرفتنی ختم ہو جائیں اور سمجھ جائیں کہ یہ معجزات اللہ تعالیٰ کی قدرت اور قدر کا نمونہ ہیں کسی کی طاقت اور مجال نہیں کہ ان کا مقابلہ کر سکے۔ اس نہیں کے خوالق کو قرآن کریم میں براہین اور آیات بیانات کے قام سے موسوم کیا گیا ہے اور حضرات محدثین ان کو دلائل بیوت سے تعبیر کرتے ہیں اور حضرات متفکر ہیں ان کو معجزات سے تعبیر کرتے ہیں۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

## محاجات کی حقیقت

لقول ہم معجزات کی حقیقت بیان کرتے ہیں۔ پھر اس پر جو شبہات کئے گئے ہیں اُنکا جواب دیں گے۔ حق جل شانہ نے اس عالم کو عالم، سباب بنادیا یہ سب سبز کو کسی سبب کے بعد پیدا فرماتے ہیں مگر کاد بگاہ اپنے کسی پنگیر کے لائق پر کسی چیز کو بلا کسی سبب کے محض اپنی قدرت احوالہ دے سے پیدا فرماتے ہیں تاکہ بندوں کو اول خدا کی بے چون و چکون و خلدت اور پھر اس پنگیر کے ساتھ خدا کی خصوصیت معلوم ہو۔ تاکہ خدا کے اس خصوصیت بندہ کے ذریعہ سے خدا

تک پہنچنے کی کوشش کریں۔

نفل ماجزہ انجام سے مشتق ہے جس کے معنی عاجمز کردنے کے ہیں یعنی بون فعل نبی کے باقاعدہ پر ایسا ظاہر ہو کہ قدرت ایشی اس کام کے کرنے سے عاجمز ہو جس کے دیکھنے سے رُگ سمجھ جائیں کہ یہ کام قدرت خداوندی کا کفر نہ کرے بشری اور انسانی قدرت نے کہیں باہ اور برتر ہے کیونکہ جو کام قدرت بشری سے خارج ہو گا لا محال وہ خدا تعالیٰ ہی کام ہو گا فعل خداوند اور فعل انسانی میں اختیار کرنے کا ہی طریقہ ہے معلوم ہوا کہ ماجزہ کا ظہور الگ چیزی کے ہاتھ پر ہوتا ہے مگر وہ نبی کا فعل نہیں ہوتا بلکہ اشد کا فعل ہوتا ہے اسی وجہ سے ارشاد ہے۔ دوسری صفت اذ نہیں اذ کیونکہ جو کام قدرت بشری سے خارج ہو گا لا محال وہ خدا تعالیٰ کی طرف نسب بخاتمیت و المکن اللہ رحمی او ہی وجہ سے قرآن کریم نے جا بجا ماجزات کو خدا تعالیٰ کی طرف نسب بخاتمیت کے حق تعالیٰ نے دریا کو پہاڑ اور اشہد تعالیٰ کے حکم سے آگ برو اور صلام نبی معلوم ہوا کہ ماجزہ کسی سبب اور علت کا نتیجہ نہیں بلکہ ہر اولاد است قدرت خداوندی کا نتیجہ اور قادر مطلق کا فعل ہے کہ بلا کسی سبب کے ظہور پذیر ہوا ہے۔ نصاریٰ نے حضرت علیہ السلام کے ماجزات کو حضرت علیہ السلام کا ذاتی فعل سمجھا اس لئے ان کو خدا بنا لیا۔

حضرت مسیح بن مریم کے ماجزات اہل اسلام کے نزدیک خداوندو وال محلل کے بیشان قدرت اور حضرت علیہ السلام کی نبوت اور سالنت کے ولائل تھے نصاریٰ نے ماجزات علیہ السلام کو دلائل او سیست سمجھا اور غلط سمجھا اور ماجزہ کی صحیح حقیقت سے遠وقت ہوتے تو اس غسلی میں مبتلا نہ ہوتے۔

عیسائیت میں صرف کچھ اخلاقی امور کی تعلیم ہے اور وہ بھی ناقص اور نسب کی جو ہمیں روح ہے یعنی حق تعالیٰ کی صحیح معرفت اور اس کی ذات و صفات کا صحیح علم وہ بالکل مفقود ہے۔

## سحر اور ماجزہ میں فرق

سحر اور شعبدہ اور سحر نہیں ایک فن ہے جو سکینے اور سکھانے سے حاصل ہو سکتا ہے ماجزہ کوئی فن نہیں اور نہ اس میں تعلیم و تعلم جا سکی ہو سکتی ہے حتیٰ کہ ماجزہ میں نبی کا اختیار

بھی نہیں ہوتا اور بسا اوقات بھی کوچھ پڑے اس کا علم بھی نہیں ہوتا جس طرح قلم بظاہر لکھتا ہو معلوم ہوتا ہے لیکن فی الحقيقة لکھنا قلم کا فعل اختیار می نہیں بلکہ کتاب کا فعل ہے ایسی طرح مجزہ دو حقیقت فعل۔ اللہ کا بے مثیل کا قلم ہو بھی کے ہاتھ سے ہوتا ہے

نقش باشد بیش نقاش و قلم، عاجز دلستہ گوک در شکم  
بھی کے اختیار میں نہیں کہ جب چکہ ہے اپنی انگلیوں سے چکے جاری کر لے پر خلاف  
نشون سحر پیدا فیروز کے کہ دل جھیقت چاہیں قاعد مقررہ اور اعمال مخصوصہ کے ذریعہ سے اُس کے  
نتان پر ظاہر کر سکتے ہیں میگر تو جنک مجزہ کے متعلق دو کوئی کتاب لکھی گئی اور نہ کوئی قاعدہ اور فضای  
مقرر ہوا اور نہ مجزہ کی تعلیم کیلئے کوئی درس بگاہ کھولی گئی۔ دیکھو، موسیٰ علیہ السلام کو ٹوٹوڑ پر  
اگلینے کیلئے گئے یک پیغمبری میں اور پھر اس کی تصدیق کیلئے عصاء اور یوسف کا مجزہ عطا  
فرما یا سچکم خداوندی جب عصاء کو زدن پر ڈلا سانپ بن گیا تو کہا گے اُن کے دہم و گمان بھی نہ  
تھا کہ مجھ کو نبوت میلی اور اس کے ساتھ یہ مجرمات عطا ہونگے معلوم ہوا کہ عصاء اور یوسف موسیٰ  
کا اختیاری فعل نہ تھا بلکہ فعل خداوندی تھا۔ اور موسیٰ علیہ السلام کا جب ساتھی فرعون سے مقابلہ ہوا  
اور انہوں نے اپنی لاٹھیاں اور رسیاں ڈالیں اور وہ چلتے ہوئے سانپ نظر آنے لگے تو موسیٰ  
علیہ السلام ڈرے۔ فوجیں فی نفسہ خیفۃ موسیٰ۔ موسیٰ علیہ السلام اپنے دل میں ڈرے،  
پس اگر موسیٰ علیہ السلام خود ساحر ہوتے تو ڈرنے کی کوئی وجہ نہ تھی اس لئے کہ انسان اپنے اختیاری  
فعل سے نہیں ڈرا کرتا۔ اور بھی وجہ ہے کہ جلد گروں نے موسیٰ علیہ السلام پر گمراہی اور خوف  
کے سخادر دیکھے تو سمجھ گئے کہ یہ شخص ہمارا ہم پیش نہیں اور جب موسیٰ علیہ السلام کے عصانے اُن کے  
سانپوں کو نسل کیا تو سمجھ گئے کہ یہ سحر نہیں بلکہ خدا تعالیٰ فعل اور کرشمہ قدرت ہے جس کے سامنے سحر  
کی کوئی حقیقت نہیں اور یہ اختیار سجدہ میں گر پڑے اور چلا اُٹھے کہ ہم بھی رب موسیٰ اور ہارون  
پر لامان لائے ہیں۔

## خلاصہ کلام

یہ مجزہ اس خارق عادت امر کو کہتے ہیں کہ جو من جانب اللہ بلا کسی سبب کے بنی کے

ہاتھ پر عطا ہر چوتا کہ نبی کی نبوت اور اس کی صداقت کی دلیل ہوا وہ لوگ اس کو دیکھ کر بالبداہت یہ سمجھ جائیں کہ یہ بندہ کافع نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کافع ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کے مشنوں کو عاجز اور مغلوب کرنے کیلئے اس خارق عادت امر کو اپنے نبی کے ہاتھ پر ظاہر فرمایا ہے اتنا کہ اس نبی کا موریہ من اللہ ہونا سب پر واضح ہو جائے رفرق دیگر یا نیز ساحر کا سحر جنات اور شیاطین کے تحت القدرات امور سے بالا اور بلند نہیں ہوتا۔ اور انہی کو ہم کے معجزات جنات اور شیاطین کی تردید سے کہیں بالا اور برتر ہوتے ہیں۔ نیز سحر آخرت میں کوئی نفع نہیں پہونچانا ولقد علموا ہم اشتراہ ماله فی الآخرۃ من خلق بلکہ دنیا میں جمی نقطہ ظلم در نوحش اور میاں بیوی کی تفرقی میں کام دیتا ہے ۱۲ اکتاب النبوات ص ۳

## حکایت

### مشتمل بر بیان فرق در میان سحر و معجزہ

فرعون کا جادو گروں کی تلاش کیلئے قاصد کا روانہ گزنا اور انکن میں سے دو جادو گروں کا اپنے باپ کی قبر پر آنا اور باپ کی روح سے موسیٰ علیہ السلام کی حقیقت و ریافت گزنا اور بُردہ ساحر کا خواب میں اپنے بیٹوں کی حواب دینا۔ عارف رومی نے مشنوی کے ذمہ سوم میں ایک عجیب حکایت ملکی سے ہے جس سے سحر اور معجزہ کا فرق واضح ہوتا ہے۔

ہم اس حکایت کا خلاصہ ہدیہ ناظرین کرتے ہیں۔

- - - - -

فرعون نے موسیٰ علیہ السلام کے مقابلہ کیلئے تمام جادو گروں کو جمع ہونے کا حکم دیا۔ دو گوجان جادو گری میں بہت مشہور تھے۔ اُن کے پاس بادشاہ کا قاصد یہ پیغام لے کر ہنس پکہ بادشاہ کی صیبت درفع کرنے کی کوئی تحریر کر دے۔ اس لئے کہ دو فقر (موسیٰ علیہ السلام اور ہمار علیہ السلام) تھے ہر سے ایں اور انہوں نے بادشاہ اور اس کے قلعہ پر حملہ کیا ہے اور اُن دو فقروں کے پاس

سوائے ایک عصاء رالٹھی کے کچھ نہیں اور وہ عصاء نہایت عجیب و غریب ہے جو ان کے حکم سے اُر دھا بن جاتی ہے۔ ان دشمنوں سے بادشاہ اوناس کا تسلکر عاجز ہے گیا ہے۔ قاصد نے یہ پیغام پھر خپاڑا اور یہ کہا کہ بادشاہ نے یہ کہا ہے کہ اگر تمہیں مصیحت کے دفع کرنے کی کوئی تدبیر کرو تو تم کو اس کے صلیب میں بہت انعام ملے گا۔

یہ دونوں جادوگر اس پیغام کوشن کر لپنے کھڑا ہے اول اپنی ماں سے کہا کہ ہمیں ہمارے بابا کی قبر بتاؤ تاکہم اس کی روح سے کچھ ضروری امور دریافت کریں۔ ماں ان کو باپ کی قبر پر چلے گئی۔ وہاں جا کر دونوں نے فرعون کھاک کیتین روئے کھے تین روزے رکھنے کے بعد باپ سے کہا۔ لے بابا۔ بادشاہ نے ہمارے پاس یہ پیغام بھیجا ہے کہ ان ورد دلیشوں نے مجھ کو پرلشان کر لگا ہے اور سارے لشکر کے سامنے مجھ کو سبھے آبرو کر دیا ہے اور عجیب و دلیش میں شاکنگ پاں کوئی تھیار ہے اور نہ فوج۔ بجز عصاء کے اور کچھ نہیں اور سارا شور و شر اسی لاٹھی میں ہے۔

اے بابا! اپ سچوں کے ملک میں گئے ہیں اگرچہ ظاہر مرفی میں سوتے ہیں آپ ہم کو ان ورد دلیشوں کی حقیقت سے اکاہ فریقیں لے رکھا یہ عضو لوکی جادو ہے قوی ترلا دیکھنے اور کوئی خدا فوت اور کرخیہ ایزد ہے تو وہ بتاتے تاکہ ہم بھی اسی خدا کے مطیع ہو جائیں اور کیا سے ہلکیا ہو جائیں یہم اسوقت تائیدی کیجا تھیں ہی شادِ گلی یہم نظر آ جائے اور ضلالت کی خوب تائید میں ہیں شاید کوئی آقا بہلیت طلوع کر آئے اور ہم ہدایت پر آ جائیں اور اللہ تعالیٰ کا کرم ہم کو اپنی طرف کھینچ لے۔ غرض یہ کہم کو اس حقیقت سے آگاہ فرمائے۔

## مُرُودہ ساحر کا اپنے بیویوں کو حواب

اُس مرودہ ساحر نے حواب میں کہا۔ اے میرے بیویوں اس کام کی حقیقت سے بخوبی ادا ہوں مگر مجھ کو صاف کہنے کی اجازت نہیں لیکن تم کو ایک علامت بتانا ہوں جس سے یہ راز تم پر اٹھکارا ہو جائے وہ یہ کہ تم دونوں جاؤ اور یہ معلوم کر د کہ یہ ورد دلیش کہاں سوتے ہیں۔ جب مومنی عبد السلام کو سوتا ہوا پاؤ تو اس کی لکھشی کرنا کسی طرح ان کے عصاء رالٹھی اکھڑا لو اود

دیکھو تو نہیں ورنہ لاذ منکشت نہو گا پس الگ تم اُس کے عصاء کے چرانے میں کامیاب ہوئے تو سمجھ لینا کہ موسیٰ علیہ السلام اور آن کے ساتھی دو لال جادوگر ہیں اور سحر اور جادو کارہ اور توہنہ تھا اس کے لئے کافی مشکل نہیں کیونکہ تم بس جھر میں کامل اور ماہر ہو۔ اور الگ تم اُس عصاء کو چڑھانے سے تو خوب سمجھ لینا کہ وہ کوئی خدا کی قوت اور غیری کی شہنسہبے اور یقین کر لینا کہ وہ دونوں جادوگر ہیں بلکہ خدا کے فرستادہ اور بھائیت یافتہ ہیں کوئی آئی کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ فرعون الگ مشرق و مغرب پر بھی قبضہ کرے تب بھی خدا سے نہیں لے سکتا۔ اے بیٹھا! دیکھو تو سہی جب جلوہ گر سوچتا ہے تو اس کے جلوہ کا کوئی رسمیر نہیں رہتا لہذا وہ سحر مغلط اور بیکار ہو جاتا ہے کہ جپڑا ہا جب سوچتا ہے تو بھیر یا شدہ ہو جاتا ہے اس لئے کہ سونے سے اُس کی تدبیریک جاتی ہے بخلاف اُس شے کے جس کا محافظہ اور نگہیان خدا تعالیٰ ہو دہاں بھیریئے کی رسائی ممکن نہیں، اس لئے کہ تعالیٰ پر غفلت طاری نہیں ہو سکتی پس الگ تم آن کے عصاء کو نہ چڑھانے سے تو سمجھ لینا کہ بخدا کی طسم ہے جس کا کوئی تو نہیں اور یقین کر لینا کہ وہ سچنی ہیں اور یہ آن کی بوت کی قطبی نشانی ہے اور بھی قطبی ہے کہ سونا تو درکنار الگ آن کی وفات بھی ہو جائے تب بھی، شدہ تعالیٰ آن کو بلند ہی فرمائیں گے۔ اور بھی بھی مغلوب نہ ہونگے۔ بیٹا جاؤ یہ سچی فشانی ہے جو میں نے تک بتائی ہے تم اسے دل پر لفظ کر لو۔ (روانہ اعلم بالصواب)۔

دونوں بیٹے باپ کا یہ حکم سن کر موسیٰ علیہ السلام کی تلاش میں گئے معلوم ہوا کہ وہ دو لال ایک درخت کے نیچے سوار ہے ہیں اور عصا قریب رکھا ہوا ہے، ان دونوں نے موقع غنیمت جاتا اور عصاء چڑھانے پیلئے گے بڑھے، یکاک عصاء نے حرکت کی اور اڑ دیا ہیں کہ ان پر حملہ ہوا یہ دیکھ کر دونوں بھاگ گئے۔

مولانا بصر العلوم شرح ملنوي میں فرماتے ہیں کہ مولالمتے روم نے ان اکسار میں سحر اور مجزہ کے فرق کو واضح فرمایا ہے۔ وہ یہ کہ سحر ساتھی غفلت کی حالت میں ہاتھی نہیں رہتہ کیونکہ سحر ساحر کا فعل ہے اور اس کی توجہ اور ہمت پر متوقف ہے۔ جب ساحرا ہے سحر سے غافل ہتا تو سحر بھی ختم ہوا بخلاف مجذہ کے کہ وہ انتہ کا فعل ہے جس کو وہ لعلے نے محض اپنی قدرت سے بلا کسی سبب کے نبی کے ہاتھ پر پیدا کیا ہے تاکہ اس کی صفات

ظاہر ہو اور خدا کی پیدا کی ہوئی چیز ختم نہیں ہوتی جب تک کاراواہِ الہی اس کو باقی رکھنا پا جائے۔ وہ باقی رہتی ہے۔ رسول کی غفلت کو معجزہ کے بقاواد و علام بقاو میں کوئی دخل نہیں۔ اور دمعجزہ کے ظہور اور صدور میں بھی کی ہمت اور توجہ کو کوئی دخل ہے یعنی یہ بات نہیں کہ جب بھی ہو رسول خارق عادت اُمر کیلئے ہمت یا توجہ کو صرف کرے تو معجزہ ظاہر ہو ورنہ نہیں، میں لئے کہ معجزہ اس امر خارق للعادت کو کہتے ہیں کہ جس سے طاقتِ بشریٰ حاجز ہو پس اگر معجزہ کے ظہور اور صدور میں ہمت اور توجہ کو دخل ہوتا تو طاقتِ بشریٰ اُس سے حاجز ہوئی۔ معجزہ تو حض، اشد کا فعل ہوتا ہے رسول کو کبھی اُس کا علم انتقام سے اور کبھی نہیں اگر عصاء کا سانپ میں جاتا موسیٰ علیہ السلام کی صرف ہمت اور توجہ سے ہوتا تو موسیٰ علیہ السلام اس سے ڈرتے ہیں کیوں معجزہ اگرچہ بعض مرتبہ بھی کے دعاء اور اشارہ سے ظاہر ہوتا ہے جیسے شق قبر کا معجزہ کہ حضور کی انگشت مہابک کے اشارہ سے چاند کے دوٹکڑے ہوتے ہیں مگر حضور کو چاند کے دوٹکڑے کرنے کا کوئی طریقہ معلوم نہ تھا آپ کو یہ قدرت نہ تھی کہ جس وقت چاہیں چاند کے دوٹکڑے کر لیں۔ قرآن کریم آپ کا معجزہ ہے مگر قرآن کا ابجاذ حضور کا فصل اختیاری نہیں کہ آپ کے کسی تصرف اور ہمت کو اس میں دخل ہو۔

## خلاصہ کلام

یہ کہ سحر ساحر کی غفلت کی حالت میں باقی نہیں رہتا اس لئے کہ وہ اس کی ہمت اور توجہ پر موقوف ہے۔ نور جو چیز مخلوق کی ہمت اور توجہ سے ظہور میں آئے گی۔ اس کے لئے یہ شرط ہے کہ صاحب ہمت اس چیز سے غافل نہ ہو وہ چیز نیست اور معدوم ہو جانے کی اور معجزہ کے باقی رہنے کیلئے صاحبِ معجزہ کی عدم غفلت لشرط نہیں اس لئے کہ معجزہ اشد کا فعل ہے بنی کی ہمت اور اوج سے اس کا ظہور نہیں ہوتا۔ پس معجزہ اس امرِ الہی کو کہتے ہیں کہ جو اللہ تعالیٰ اینی کے ہاتھ پر بغیر نہیں کسی نصرف اور توجہ کے پیدا فراویں۔ نکاح اس امر کا پیدا ہونا بھی کی دعاء کے بعد ہو رہا بلکہ دعاء کے بہر عالم معجزہ حض، اشد تعالیٰ کا فعل ہوتا ہے بنی کو یہ معلوم نہیں ہوتا کہ دھیلے نہیں بلکہ عصاء مارنے سے کس طرح سے اس میں راستے پیدا ہو جاتے ہیں۔ انش کے حکم سے موسیٰ علیہ السلام

نے عصاء کو دریا پر رکرا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے دریا میں راستے پیدا کر دیئے اور موسیٰ علیہ السلام نبی امر اشیل کو لے کر گزد رکھتے مگر ان کو یہ علم نہیں تھا کہ کس طرح عصاء مارنے سے دریا میں باندھ لکھیں بن گئیں۔ قرآن کریم کی بیان شمار آیات اس امر کی شاحد ہیں کہ مجرمات انبیاء کی قدرت سے بالا اور پر تر ہیں۔ بلکہ اللہ تعالیٰ محض اپنی قدرت سے مجرمات کو پیدا فرماتا ہے تاکہ اس سے رسول کی رسالت اور صداقت ثابت ہو۔

## ارہا ص

اور جو خارق عادت نبی سے قبل نبوت ظاہر ہواں کو ارہا ص کہتے ہیں۔ ارہا ص کے معنی نبیادی پتھر کے ہیں گویا کہ اس قسم کے خوارق ایندہ نبوت کی تہیید اور دینا چہ ہیں (اوَرْ سَحْرٍ) اُس خارق عادت کو کہتے ہیں کہ جو اسبابِ خفیہ سے کسی خاص قاعداً اور ہدایت کے تحت وقت مقررہ پر ظہور میں آئے۔

## کرامت اور استدراج کی تعریف

کرامت اُس خارق عادت کو کہتے ہیں کہ جو نبی برحق کے متابعت کی برکت سے ظاہر ہو اور استدراج وہ خارق عادت ہے کہ جو اتباع شیطانی اور کفر و شرک اور فسق و حجور اور فسقی اور شہروانی پہنچوں میں انہاک سے ظہور میں آئے جیسے دجال کے خوارق اور کاموں کے خوارق۔

## کرامت اور استدراج کا فرق

کرامت اور استدراج کا فرق ایسا ہے جیسا کہ ولد الحلال (نجیب انظر فین)، اور ولد الزلما کافرق ہے جو روت میں دونوں بچپے مشابہ ہیں مگر نعمات اور اعمال میں مختلف ہیں۔ صحیح الدارع پہچان لیتا ہے کہ کونسا آئینہ مکاپ سے صاف کیا گیا ہے اور کونسا آئینہ پیشا پے ہے

مرد خانی کی پیشانی کا نور ، کب چھپا رہتا ہے بیش ذی شعور

## فیض صحبت اور باطنی توجہ

نفس ناطق بدن اور جسم میں منطبع اور مرکوز نہیں بلکہ قائم بالذات اور بدن سے بالکل مباشی ہے اور بدن کے ساتھ اس کا تعلق تدبیر اور تصرف کا ہے پس جب طرح نفس ناطقہ اپنے بدن میں تاثیر کرتا ہے کہ تو کیا عجوب ہے کہ لطافت اور نورانیست کمبو یا عث دوسرے اجزاء میں بھی تاثیر کر سکے کیونکہ جس بدن میں وہ نہیں تاثیر کرتا ہے بالآخر وہ بھی اس سے مباشی ہے لیکن یہ ضروری ہے کہ یہ معمولی سے نفوں نہ ہونگے بلکہ خاص نورانیت اور روحانیت کے حامل ہونگے جیسا کہ ہر لوگ مقناطیس کی شیش کی کیفیت بتلا سکے اسی طرح ہر نفس دوسرے میں کوئی تاثیر نہیں کر سکتا بلکہ جو نفس نورانی ہو اور طہارت دل راحت میں ملائکہ کا ہرنگ ہو وہ دوسرے میں اثر کر سکتا ہے

## کرامت اور محجزہ میں فرق

نبی احمد ولی کے خوارق میں فرق یہ ہے کہ نبی کے خوارق کما اور کیفًا اعلیٰ اور برتر ہوتے ہیں جیسے صعود الی السمااء اور احیاء موتی وغیرہ وغیرہ اور ولی کے خوارق نبی کے خوارق سے کم درجه اور کم رتبہ ہوتے ہیں مثل تھوڑی سی چیز کا بہت ہو جانا اور خواب اور الہام سے کچھ آئندہ حالات کی خبر دیدینا احمد علی ہذا ولی کے تصرفات نبی کے تصرفات سے کھٹ کر ہوتے ہیں نبی کو ہر قسم کے خوارق دیشے جاتے ہیں چھوٹے بھی اور بڑے بھی جیسا کہ قرآن کریم میں ہے *لَقَدْ مُلِئَ مِنْ آيَاتِ رَبِّهِ الْكَبِيرِ* اس ایت سے معلوم ہوا کہ ہر ایات اور لکھانات النبیاء کو امام کو عطا کئے جلتے ہیں وہ وقسم کے ہوتے ہیں ایک ایات بڑی یعنی بڑی بڑی نشانیاں اور بڑے بڑے معجزات جیسے *ثُنُقُ الْقَمَرِ* اور *عَرْوَجَ سَمَاوَاتِ* اور *سَلَامٌ شَجَرٌ* اور *حِجَرٌ* وغیرہ اور

دوسری قسم آیات صغیری میں یعنی چھوٹے چھوٹے نشانات مثلاً کھانے وغیرہ میں برکت کا ہونا۔ اول بیان اشد کی کرامتیں معجزات کی قسم اول سے نہیں ہوتیں بلکہ معجزات کی قسم ثانی کی خصوصیت ہے ہو۔ یہ ممکن و وجود اس جنس سے ہونے کی آیات صغیری سے رتبہ بر و زیر میں لکھت کر رہی ہے۔ بنی کی دعاء سے جو برکت منور اہوتی ہے وہ وہم و لگمان سے بالا اور برتر اہوتی ہے اور دل کے ہاتھ سے جو خیر و برکت ہوتی ہے وہ بنی کی برکت سے کمًا و دیکھا بہت مکث اور فرقہ تیرتی ہوتی ہے؛ اگر عام عادت سے بلند اور برتر ہو جس طرح اول بیان کا ذرجمہ انبیاء کے بعد ہے اسی طرح اول بیان کی کرامتیں انبیاء کرام کے معجزات سے مکث اور فرقہ تیرتی ہیں۔

## بنی اور کاہن میں فرق

بنی پر اشد کے فرشتے اترتے ہیں اور کاہنوں پر شیاطین اور جنات کا نزول ہوتا ہے۔ ہن انہیں علی من تنزل الشیاطین مالی آخر الایات۔ حضرت انبیاء کے علم میں غلطی نہیں ہوتی اور انبیاء کرام بوجیس کی خبریں دیتے ہیں وہ تمام سحر بحروف سمجھی ہوتی ہیں اور کاہنوں کے علم سمجھی گردیت ہوتے ہیں اور ان کی خبریں بھوئی سمجھی ہوتی ہیں اور پچھی سمجھی، حدیث میں ہے کہ حضور پیر نور نے ابن صیاد سے (بجوایک کا ہن تھا اور مدعی ثبوت تھا) دریافت فرمایا کہ کیا نیرے پاس کچھ غیب کی خبریں آتی ہیں۔ اس نے بجواب دیا کہ ہاں میرے پاس سمجھی اور بھوئی دنوں فرشم کی خبریں آتی ہیں مادقی سمجھی اور کاذب سمجھی اپنے فرمایا تھے پھر حقیقت بخلط ملکر کوئی ہے یعنی بھوئیں خلط و ملط نہیں ہوتا، ثبوت کا خاصہ صدقہ ہے۔ اس میں اور دفع اور خلاف داقع امر کا ہونا، ناممکن اور مخالف ہے اور ظاہر ہے کہ جہاں صدقہ اور کذب دونوں خلط و ملط ہو دہشتی طرح قابلِ دلوق اور قابلِ اطمینان نہیں ہیں جیکہ نہ کسی قول کا اعتبار ہے اور نہ کسی فصل کا بلکہ کاہن کو نہدا پسے احکام پیدا ہو تو اور اعتقاد نہیں ہوتا اور اسی وجہ سے کاہن خود پسے دل میں نہ بیند اور مترنگل ہوتا ہے اس لئے صاف اور واضح بات نہیں کہتا ہیں لئے کہ اگر صاف حکم کلایا اور غلط نکلا تو عالم میں میری وقعت جاتی رہے گی۔ کاہن اکثر دبیشیر متحمل اور محمل بات کرتا ہے کہ جسیں

دونوں پہلو نکلتے رہیں۔ نیز بعض اوقات کامن لوگ اپنے ظن اور تجھن سے کچھ دریافت کرتے ہیں اور لوگوں کو دھوکہ دینے کیلئے غیب کی ہاتھیں تباہ نہ لگتے ہیں اور لوگوں کو اپنی طرف مائل کرنے کے لئے صحیح کلام سے مدد لیتے ہیں چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ اسی کے بارہ میں اور شاد قرار دیا۔ ہن امن سمجھم الکھان۔ یہ کامنوں کا ساسجع ہے جنہوں پر نوکے زمانہ میں جو کامن حرص و طمع میں گرفتار تھے وہ حضور پرہیان نہیں لائے۔ جیسے مسلمان کتاب ابن الصیاد بلکہ خود مدعی نبوت بن سٹیھے۔

اور جن کے دل ہماڑ ہوس سے خالی تھے وہ حضور کو دیکھ کر دل و جن سے ایمان لے لئے جیسے طلبخواہ اسدی اور سواد بن قارب جن کے واقعات مشہور ہیں۔ اسلام لانے کے بعد انہوں نے وہ کارہائے نمایاں کئے جو ان کے حسنہسلام کے سچے کوہ ہیں۔

## نبی اور ربی میں فرق

نبی اور ربی میں فرق یہ ہے کہ متفقی۔ نبی کی ضد ہوتا ہے کیونکہ متنبی دعویٰ سے بتوت کے ذمہ دنیاوی لذتیں اور خواہشیں حاصل کرنا چاہتا ہے اور حضرات انبیاء کرام کا مطہر نظر اور مقصود اصل۔ دنیاوی لذتوں اور خواہشوں کو چھوڑنا اور چھڑانا ہے۔

متنبی اپنے ظاہری قول اور فعل سے نبی کی نقل آذنا ہے اہل عقل تو پہلی ہی نظریں ہیں اور نقل کا فرق سمجھ جاتے ہیں اور عوام پر چند روزیں سکی حقیقت متشکفت ہو جاتی ہے۔ متنبی یہیں وہیں کلمات میں کچھ اپنی طرف سے الفاظ بڑھا کر لوگوں کو سزا ہے اور کہتا ہے کہ مجھ پر یہ وحی نازل ہوئی حالانکہ حضرات انبیاء پر نزول وحی کے وقت جو ایک خاص۔ کیفیت ۔۔۔ اور خاص دیشیت طاری ہوئی جس کی وجہ سے ہر دیکھنے والا بائیسا یہ سمجھ جاتا ہے کہ یہ بیخود می کی کیفیت ہے اس میں شیخ سکے اولادہ اور اختبار کو دخل نہیں،

اور مبنی پر نہ کوئی گیفت طاری ہوتی ہے اور نہ کوئی دھشت جس کو وہ دی جاتا ہے وہ اس کا خاد ساز کلام ہوتا ہے جس کا اکثر حصہ انسیاد اور حکماء کے کلام سے مسروق رنجیدا یا ہوا ہوتا ہے اور مبنی ظاہریں زاہد نہ تا ہے لیکن دل میں دنیاوی مال و جاہ کے ذکر میں رہتا ہے اور اس کو چھپتے کی کوشش کرتا ہے لیکن باوجود اخفاہ کے کسی نہ کسی طرح طلب دنیا کی جصلک اس کی حرکات و سکنات سے مخلوق کو نظر آہی جاتی ہے اور بالآخر اس کا پردہ فاش ہو جاتا ہے اور تھوڑے ہی دنوں میں لوگوں کی نظر میں رسو اور سحر ہو جاتا ہے نیز مبنی سے جب مسائل غامضہ کے متعلق ہوا کیا جاتا ہے تو اس کے جواب میں اس کو ایک قسم کی جھوک ہوتی ہے اور چونکہ اس کا جواب بغیر القاء بنا کے ہوتا ہے اس لئے بسا وقت اس کے کلام میں ہضم طلب ہوتا ہے اور اس کے جواب میں اختلاف اور تناقض بھی پایا جاتا ہے۔ ہم نظر اسی تناقض اور اختلاف سے سمجھ لیتے ہیں کہ یہ من جانب اشد نہیں اور بعض مرتبہ مبنی فصد مختلف جواب دیتا ہے تاکہ جس دقت جبی مصلحت ہو اسی جواب کی اختیار کر لیا جائے اور مبنی ابتداء و عواستے نبوت میں چالاکیوں اور ترکیبوں سے کام لیتا ہے تاکہ صحوں عقول و مانع کے لوگ اس کی طرف متوجہ ہو جائیں اور اس کے فریب میں آجائیں شدّا یہ کہ ظاہریں غاموشی اور متناسق نہدا اور عبادت اختیار کرتا ہے اپنے اور پر کم خروج کرتا ہے اور دوسروں پر سعادت کرتا ہے اور قرآن اور احوال کو دیکھ کر گول مول پیشیں گوئیاں کرتا ہے کارگ پیشیں گوئی پڑی نہ ہوتیں میں تاویل کی گنجائش رہے وغیرہ وغیرہ

## ظہور خوارق کی حکمت

خوارق عادات میں بڑی مصلحت ہے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس عالم کو عالمہ اسیاب بنایا ہے، ہر کام کو ایک خاص سبب کے ساتھ مربوطاً و متعلق کیا ہے۔ اس وجہ سے ظاہریین کی نظر میں ایسا ہی محدود اور محصور رہتی ہے۔ جہاں تک کہ دھریہ نے تو خدا کے وجود ہی کا انکار کر دیا تو یہ کہہ دیا کہ وما یہ لکٹا الا الہ هُنَّا۔ کہ یہ سارا کام زمانہ ہی سے چل رہا ہے اور جو کچھ ہی ہو رہا ہے وہ سب اور اس کی حرکات کا نتھہ اور نتیجہ ہے اس نئے حق تعالیٰ گاہ بنا۔ خوارق عاد

امور نظاہر فرماتا ہے تاکہ ان وہر میں اور مادیں کو معلوم ہو جائے کہ کائنات کی بाकی کسی اولاد کے  
کے ہاتھ میں ہے وہ ذات جب چاہے ان سب کو معزول اور معطل کر دیتی ہے اور تاکہ یہ معلوم  
ہو جائے کہ یہ اسباب مستقل حاکم نہیں بلکہ سب خدا کے مقرر کئے ہوتے ہیں جسکو چاہے سرو قوت اور  
معطل کرے۔ دوسری مصلحت یہ ہے کہ حضرات انبیاء کرام کے ساتھ حق تعالیٰ شارعین کی خصوصیت اور  
اور خاص عنایت لوگوں کو معلوم ہو جائے تاکہ ان کی اطاعت کریں اور ان کے فدیعہ سے خدا تک  
پہنچیں۔

جیسے مختصر اور قضاہی مخول سے با وقار ہوتا اور بادشاہوں کا تعلق اور اختصاص  
معلوم ہوتا ہے۔ اسی طرح مجرمات سے حضرات انبیاء کا حق تعالیٰ سے قرب خاص معلوم ہوتا ہے  
شیخ بوقیل سینا نے اشارات کے نمط تاسع میں لکھا ہے:-

وabicی متیز باستحقاق الطاعۃ لا اختصاصہ۔ نبی تمام عالم میں متحق اطاعت ہوئیجے لحاظ  
بالآیات تدلیل علی انہامون عذر ریہ۔ سے اس لئے منماز ہوتا ہے کہ اس کو  
جو لشانات اور مجرمات دیئے جاتے  
ہیں وہ بالبذاہت اس پر دلالت کرتے  
ہیں کہ یہ لشانات، شدی یا طرف سے ہیں:-

## منکرین مجرمات کے شکوک اور شبہات

جن لوگوں کی نظر فقط طبیعت اور تجربیات اور مشاہدات تک محدود ہے وہ مجرمات اور  
خوارق عادات کے منکر ہیں (۱) اور یہ کہتے ہیں کہ مجرمات خلاف عقل اور معامل ہیں، اس لئے کہ  
کسی شئی کا بلا سبب کے پایا جانا ناممکن اور معامل ہے۔ یہ عالمِ عالم اسباب سے کوئی شئی بلا سبب  
کے موجود نہیں ہو سکتی۔

(۱) اور کسمی یہ کہتے ہیں۔

کہ مجرمات اور کریات قوانین فطرت اور آئین قدرت کے خلاف ہیں۔

رس، اور کبھی یہ کہتے ہیں۔

کہ خوارق کو انسان دہم پہنچتی ہے اور خوارق اور معجزات کے ماننے والے سادہ لمح اور وہم پرست ہیں۔ (۲۴) اور کبھی یہ کہتے ہیں۔

کہ خوارق کے ماننے سے نظام عالم کا مختل ہونا لازم آتا ہے اس لئے کہ خوارق کے ماننے سے اسباب و وسائل سے دفعہ اور الہینا ان اگلے جاناب ہے۔  
(۲۵) اور کبھی یہ کہتے ہیں۔

کہ خوارق کا اعتقاد ترقی کی راہ میں مراحم ہے۔

## جو ایسا

### پہلی بات کا جواب

منکرِ مجرمات کا سب سے بڑا شبه یہ ہے کہ کسی شخص کا بلا سبب کے پایا جانا محسوس ہے وہ یہ محسوس ایک دعویٰ ہے۔ جس پر کوئی دلیل نہیں۔ حال وہ ہے کہ جس کے نہ ہو سکنے پر کوئی قطعی اور عقلی دلیل موجود ہو۔ اور کسی شخص کے بلا سبب کے پیدا ہونے سکنے پر تجھ تک کوئی دلیل عقلی قائم نہیں کر سکا۔ جو لوگ اس بات کے مدعی ہیں کہ کسی شخص کا بلا سبب کے پیدا ہونا محال ہے ہم ان سے سوال کرتے ہیں کہ اگرچہ سبیات۔ اسباب کے واسطہ سے پیدا ہوتے ہیں لیکن یہ بتلائیں کہ خود اسباب بذاتِ خود اسباب کے واسطہ سے پیدا ہوتے ہیں یا بلا واسطہ اسباب کے پیدا ہوتے ہیں اگر اسے کیلئے اسباب درکار ہوں تو تسلسلِ لازم آتے یعنی ایک غیر متناہی سلسلہ کا انسان لازم آتے ہو تمام عقول کے نزدیک محال ہے۔ لامحال سلسلہ اسباب ضرور کسی ایسے سبب پر ختم ہو گا جو بلکہ سبب کے موجود ہوا ہو گا اور اس پہلے سبب کو جس پر تمام اسباب کا سلسلہ ختم ہوتا ہے سبب اولیٰ کہا جاتا ہے جو سلسلہ اسباب کا سر ہے اور بلکہ کسی سبب کے وجود پر یہ ہوتا ہے پس جو قادرِ مطلق چہلی چیز کو بلا سبب کے بنانے پر قادر ہے۔ وہ دوسری اور تیسرا چیز کے بھی بلا سبب بنانے پر بھی قادر ہے اُس کی قدرت اول و آخر کے اعتباً سے یکساں ہے۔

مثال کے طور پر صحیح ہے کہ رونی آئٹے سے بنی اور انگریزوں سے اور گھریلوں کھیت سے پہلے رہ جا ب کھیت پہ جا کر ختم ہو گیا اب اگر سوال کی جائے کہ کھیت کیا سے بننا تو سوائے اس کے کوئی جواب نہیں کہ کھیت استاد گھریلوں سے پیدا ہوا لیکن جب گھریلوں کھیت سے پیدا ہوا اور کھیت گھریلوں سے پیدا ہوا تو وہ لازم آیا جو تمام عقول کے نزدیک محال ہے۔ لا محال یہ کہ ہنا پڑے گا کہ پہلی مرتبہ ہو گھریلوں کھیت پیدا ہوا وہ بلا واسطہ سبب کے پیدا ہوا یعنی پہلا گھریلوں بلا کھیت کے پیدا ہوا یا پہلا کھیت بلا گھریلوں پیدا ہوا اپنی جگہ سلسلہ اسباب میں سے ایک فروں نبایب پیدا ہونے کا امکان ثابت ہو گیا۔ تو ہر فروں میں بھی یہ امکان ثابت ہو جائے گا اس لئے کہ قدرت خداوندی کے انتہا سے تمام افراد برابر ہیں قادر مطلق نے ایک فروں کو بلا سبب کے بناؤ کر دکھدا دیا تاکہ تم یہ سمجھو جاؤ کہ وہ قادر مطلق جس قدر کو بھی چاہے ہی طرح بلا سبب کے بناسکتا ہے۔

### دوسری مثال

الانسان نطفہ سے پیدا ہوتا ہے اور نطفہ انسان سے معنوں ہو اک پہنچانی یا پہنچانے کے سبب کے پیدا ہوا ہے اسی وجہ سے حق تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

و بِدَّ أَخْلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ طِينٍ      حق تعالیٰ نے انسان کی پیدائش کوئی سے شروع فرمایا

یعنی سب سے پہلا انسان نطفہ سے نہیں بلکہ مٹی سے، محض اس کی قدرت سے بنا ہے اس کے بعد سلسلہ نسل نطفہ سے قائم کر دیا اور سلسلہ اسباب جاری فرمادیا۔ پھر یہی قدرت کاملہ کی یاد دھانی کیجئے حضرت علیہ السلام کو بغیر اپ کے پیدا فرمادیا جب لوگوں نے اس پر شکر کیا کہ بغیر اپ کے کیجئے پیدا ہونے کے قام پر اسی قدم صنعت اور یہی کار میگری ہی یاد دلائی۔ ان مثل علیہ السلام کی حالت آدم علیہ السلام  
عیسیٰ علیہ السلام کے تراویث میں مذکور ہے اور خلقہ من تراب۔

یعنی تم کو حضرت علیہ السلام کے بلا باپ کے پیدا ہونے پر تعجب کیوں ہے ہماری قدرت اور صنعت پہلے سے تم کو معلوم ہے کہ ہم نے آدم علیہ السلام کو بلا باپ اور بلا مام کے پیدا کیا تھا، لیا ہماری، اس صنعت کو بھول گئے اُن لوگوں نے اپنی گذشت صنعت کی یاد دھانی کے لئے حضرت علیہ السلام کو فقط بلا باپ کے صرف اس سے پیدا کیا یعنی آدمی صنعت و کمدی۔ پوری

صنعت کے اقلار کے بعد اُدمی صنعت کا کیوں انکار کرتے ہو۔ اور اس سے حضرت علیہ السلام  
کے رفع نزول کا مسئلہ بھی سمجھ میں آ سکتا ہے کہ جس طرح حضرت اُدم علیہ السلام کا حکم خاک کیسا تھا  
آسمان سے ہبڑا طریقہ راترنا، ممکن ہے ایسی طرح حضرت علیہ السلام کا نزول اور اس کا کس  
رفع الی السماء بھی ممکن ہے اس لئے کہ عرب درج و نزول کا راستہ اور مسافت سب ایک ہی ہے۔

## اسباب و علل کی تاثیر کی حقیقت

فلسفہ نے اپنے محدود اور ناقص اور ناتمام تجربہ کی بناد پر یہ دعویٰ کر دیا کہ کسی شے نے لا  
بلاؤ اس باب طبعی کے پایا جانا محال ہے۔

فلسفہ کو اگر اسباب و علل کے تاثیر کی حقیقت اور اس کی کیفیت اور کمیت کی صحیح  
معرفت ہوتی تو کبھی یہ دعویٰ نہ کرتے۔ اسباب میبدیات کیلئے موجود نہیں! ایجاد اور اختراع  
الله تعالیٰ کی صفت ہے۔ ایجاد اور اختراع بجا و محض کا کام نہیں یہ کام تو صرف فعال لہا  
برید کا ہے۔

جس طرح اسباب و علل کا نفس وجود۔ عظیمہ خداوندی ہے: اسی طرح اسباب و علل کی صفت  
تاثیر اور ان کی تمام صفات اور کیفیات بھی اسی کا عطیہ ہیں۔ اسی کے ارادہ اور مشیت کے  
مطابق اثر کرتی ہیں جس طرح وہ اسباب کے وجود کے سلب پر قادر ہے اسی طرح وہ اسباب  
کی صفت تاثیر کے سلب پر بھی قادر ہے جس طرح ضرب اور قتل میں بھائے ضارب اور قاتل  
کے تیر اور تلوار کو مؤثر حقیقی سمجھنا بے عقلی ہے کہ اسی طرح اسباب و علل کو مؤثر حقیقی سمجھ لینا بھی  
عقلی ہے۔ فاعل حقیقی دست قدرت ہے۔ اور یہ اسباب وسائل اس کی قدرت اذلیہ  
کے روپوں ہیں۔ خلاصہ کلام یہ کہ اسباب کی تاثیر اور سبیع محض و عادی ہے حقیقی نہیں اس  
کے ارادہ اور مشیت کے نابع ہے۔

انکہ اور کان دیکھنے اور سنتے کا سبب ہیں مگر اسی کے نتائے ہوئے ہیں جتنا چاہتا ہے  
اتما ہی دیکھنے اور سنتے ہیں۔

بیکسی شی کے متعلق یہ کہنا کہ یہ شی فلان شئی کیلئے سبب یا علت ہے اور وہ شئی معلوم اور سبب ہے۔ تجربہ سے معلوم ہوتا ہے کسی دلیل عقلی اور برهان قطعی سے ثابت نہیں ہوتا۔ شاید کہنا کہ فلاں دوسرے فلاں بیماری دوڑ ہو جاتی ہے۔ اور آگ جلاتی ہے اور پانی فرق کرتا ہے یہ سب گذشتہ زمانے کے محدود تجربات کی بنابری کہا جاتا ہے یہ امور کسی عقلی دلیل سے ثابت نہیں اور ظاہر ہے کہ تجربہ سے بوجنم حاصل ہو گا وہ ظنی ہو گا قطعی اور حقیقی نہ ہو گا اس نے کو اول تو تجربہ محدود ہے اور پھر یہ کہ تجربہ بدلتے رہتے ہیں اور پھر یہ کہ تجربہ میں غلطی کا بھی ملنا ہے پس ایک محدود اور ناقص تجربہ کی بنابری حکم نگادینا کہ ہمارے اس تجربہ کے خلاف کسی چیز کا ظہور میں آنا محال ہے۔ میرا سر خلاف عقل ہے۔ کیا ایک جزوی تجربہ کے بعد۔ کلی اور عمومی ہو رہے ہے حکم نگادینا کہ اس کے خلاف ناممکن اور محال ہے۔ کیا یہ کھلی ہوئی ناوائی نہیں اور مضی کے چند تجربات کی نہاد پر مستقبل کے متعلق یہ حکم نگادینا کہ آپنہ میں گذشتہ کے خلاف کسی چیز کا ظہور پذیر ہوتا ہے ناممکن اور محال ہے کیا یہ میرا سر جہالت نہیں۔

## فائدہ دریافت درمیان سبب و علت

سبب اور علت میں فرق یہ ہے کہ سبب۔ وہ مسبب۔ میں موثر اور دھیل ہوتا ہے مگر زخم نہیں ہوتا۔ کہ سبب کے پائے جانے کے بعد سبب ضروری پایا جائے، برخلاف علت کے کہ اس کے پائے جانے کے بعد معلوم کا وجود ضروری ہو جاتا ہے مثلاً آگ جلانے کا سبب ہے مگر علت نہیں اسی وجہ سے کبھی آگ سے جلانے کا اثر ظاہر نہیں ہوتا جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ سے کوئی صدرہ نہیں پہونچا پس معلوم ہوا کہ ہر فعل کی اصلی علت اور مؤلف حقیقی ہاری تعالیٰ کا الہ ہے لیکن حق تعالیٰ نے اس دار دنیا کو دار الاصاب بنا یا ہے اس نے ہر فعل کا صدور کی خاص بہبود سے متعلق کر دیا ہے۔

فلسفیں اور وہریوں نے سبب اور علت میں فرق نہ سمجھا اس لئے حضرت ابراہیم کے کامیاب آگ کا برداشت ہونا بھجوہ میں نہ آیا۔

اہل اسلام کا عقیدہ ہے کہ اصل جملے والاتحت تعالیٰ ہے اگر وہ چاہے تو بلا آنکھ کے بھی جلا سکتا ہے اُس نے اپنی قدرت سے آنکھ کو جلانے کا ایک سبب بنادیا ہے وہ اگر جاہے تو آنکھ کو بھی جلانے سے روک سکتا ہے جس طرح آنکھ کا وجود نہ ہو دنہیں ہی طرح اُس کی تاثیر بھی ختم نہیں سب کچھ حق تعالیٰ کے ارادہ اور مشیت کے تابع ہے۔

## کسی شے کے تمام اسباب و شرائط اور موائع کا علم ممکن نہیں

عقل کتنی ہی دُد بین اور دُورس کیوں ہو گہر حال اس کا اور اک نہایت محدود ہے اور پھر یہ کہ وہ اور اک محروم عن الخطاب بھی نہیں۔ کوئی عقل ایک شئی کے متعلق بھی یہ دعویٰ نہیں کر سکتی کہ اس شے کے تمام اسباب اور تماص شرائط اور موائع اس کو معلوم ہو چکے ہیں اور تمہارے علم اور اور اک نے ان سب کا اساطیر کر لیا ہے لہذا ممکن ہے کہ ایک شئی کے اسباب متعدد ہوں اور اس کے وجود کیلئے کچھ شرائط اور موائع ہوں اور تم کو اُن میں سے بعض کا علم ہوا ہو اور بعض بلکہ اکثر سے تم نے بھر اور نداونفت ہو۔ دنیا میں مشاہدہ ہے کہ ایک شئی کے اسباب فراہم ہوتے ہیں مگر نامعلوم موائع کی دیرستے یا کسی شرط کے نتپاٹے جاننے کی وجہ سے وہ پیش نہ ہو رہا ہے اور نہیں ہو سکتی۔ پس جو لوگ مسحیرات اور خارق عادات کا انکار کرتے ہیں وہ درپر وہ اپنے علم اور اور اک کے محیط اور غیر محدود ہوئے ہیں اور گویا کہ بزرگان حال یہ کہہ رہے ہیں کہ ہماری اس اندھی اور لوگی اور تنگڑی عقل نے عالم اسباب کے تمام اسباب و علل کا پکڑا پورا اور اک اور احاطہ کر لیا ہے اس نئیم حکم بخاتے ہیں کہ ایسے خارق عادات واقعہ کا ہیں آنا ممکن اور محال ہے۔

اہل عقل انصاف فرمائیں کہ کیا ایسا دعویٰ م Schroeder اور غیرہ اشمندانہ دعویٰ نہیں۔

سانش کے بڑے بڑے اساتذہ اور ماہرین کو اس کا اعتراف ہے اور بیانگ دھل وہ اس کا اعلان کر تھیں رہمکو کل قوانین قدرت پر تو کھاں اس کے کسی معمولی حصہ پر بھی اساطیر حاصل نہیں ہوا لیکن اس کے باوجود جب کوئی چیز اُن کے محدود اور محدود مدرکات سے باہر ہوئی تو قو نہایت پے اکی اولادِ مٹانی سے اس کی تکذیب پر تیار ہو جاتے ہیں۔ خلاصہ کلام یہ کہ کوئی عقل

ہے دعویٰ نہیں کر سکتی کہ اس نے تمام قوانین قدرت کا احاطہ کر لیا ہے اور جو اس کے خلاف ہے وہ بے غلطی ہے

## اسباب و علل سے بحث کرنا مذہب کی غرض و غایت کے خلاف کے

مذہب کی غرض و غایت یہ ہے کہ مظاہر قدرت کو بیان کرے تاکہ حق تعالیٰ کی معرفت حاصل ہو اور پھر اس کی صحیح معرفت سے اس کی عملیت اور محبتوں کو ایسا ہو اور پھر پہلا عیہ اس کو حدائقی کی طاقت پر آمادہ کرے۔

پس اگر طبع و غربہ اور کسوف کے اسباب و علل سے بحث کی جئے تو مذہب کا مقصد قدرت ہوتا ہے نیز اس قسم کی بحثیں عام لوگوں کیلئے مفید ہی نہیں بلکہ محض بے سودیں۔

## دوسری بات کا جواب

منکرین خوارق کا دوسرا شہہر یہ تھا کہ معجزات اور کرامات قانون قدرت کے خلاف ہیں۔

## جواب یہ ہے

کہ آپ جو یہ کہتے ہیں کہ یہ بات قانون قدرت کے خلاف ہے۔ آپ یہ بتلائیں کہ آپ کے پاس وہ کوشا مکمل اور مرتب قانون ہے جس کی بناد پر آپ یہ حکم لگاتے ہیں کہ یہ امر قانون قدرت کے خلاف ہے۔ آپ یہ بتلائیں کہ قوانین قدرت کیا ہیں اور ہم کو کوئی آسمانی اور زمینی کتاب دکھلائیں جس میں قوانین قدرت کی تشریع اور تفصیل کی گئی ہو۔ یہی کتاب نہ تو اسٹلن سے آتی اور نہ اس مرضیع پہ آج تک زمین پر کوئی کتاب مکھی ٹھنڈی اور نہ کوئی لکھہ ملتا ہے ایک انسان سر پا سہو و نیکان کا محمد و او رنج و ماغ خداوند و الہلال کے غیر محمد و قدرت کے قوانین کس طرح بین کر سکتا ہے اور کس کو قدرت ہے کہ اس کی غیر محمد و قدرت کو کسی قانون اور نشاۃتیں سخر کر دیجے قانون قدرت ان محسوسات کا نام نہیں کہ جن کا ہم مشاہدہ کرتے ہیں انسان کا دائرہ معلوم

چند محسوسات سے باہر نہیں پانی عمر میں ہم جو کچھ دیکھتے آئتے وہ صرف محسوسات ہی کو دیکھتے ہیں اُن محسوسات کے دیکھنے سے ہم کو بے شمار غیر محسوس اشیاء میں اس کی قدرت کا قانون لکھنے معلوم ہو گیا ایک انسان کی عمر تو چند دوزہ ہے مگر سارے عالم کی عمر اور اُن کے تجربے بھی ملا لئے جائیں تو اس محدودہ تجربہ سے خدا تعالیٰ کی قدرت پر احاطہ نہیں ہو سکتا۔ کاش کوئی ہمیں بتلائے کوہ کوئی کتاب ہے جس میں قدرت خداوندی کے قوانین لکھے ہوئے ہیں اور وہ اکابر تحریک تبدیل سے پاک ہے اور قائل نے اس کتاب کو حفظ کر رکھا ہے۔ اور اگر یا الفرض والتفقید اس کی قدرت کا کوئی قانون ہے بھی تو وہ اسی کا تو بنا یا ہوا ہو گا۔ بندوں کا بنا یا ہوا تو نہ ہو گا۔ تو نہ ہو گا تو جو قانون خود اس نے بندوں کو بنا کر دیا ہے کیا وہ اس میں تغیراً و تبدل نہیں کر سکتا۔ اصل پیچیدگی یہ ہے کہ یہ ملحدین اور منکرین خوازق۔ معاذ اللہ۔ حق تعالیٰ کو صدر جمہوریہ کی طرح سمجھتے ہیں کہ اس کو کسی قانون میں تغیراً و تبدل کا اختیار نہیں۔ اسلام ایسے مجبور خدا کا قابل نہیں۔ کوئی مجرزہ قانون قدرت کے خلاف نہیں بلکہ مجرزہ ایک ایسا دریجہ اور روشن دان ہے اور آئینہ ہے کہ جس سے قدرت کا چہرہ زیادہ صفائی سے اور زیادہ قریب سے نظر آ جاتا ہے۔ اسباب بھی اسی کی قدرت کے آئینے اور مظاہر ہیں مگر مجرزات اور کرامات اُس سے بڑھ کر اس کی قدرت کا آئینہ ہیں کہ جن کو دیکھتے ہی فدا کی قدرت اور اس کی ہستی اور اپنی عالمی اور لیستی کا اضطراری طور پر یقین بلکہ مشاہدہ ہو جاتا ہے۔

## ۶

روزانہ عجائب و غرائب کا مشاہدہ ہوتا رہتا ہے۔ کیا یہ تمام عجیب و غریب واقعات جو روزانہ پیش آتے رہتے ہیں یہ سب قوانین قدرت کے خلاف ہیں عالم غناصر اور عالم بسانط کے عجائبات پر نظر ڈالے اور پھر عالم مرکبات اور پھر عالم نباتات اور پھر عالم حیوانات اور پھر عالم انسان کے عجائب پر نظر ڈالے۔ ہر علی طبق اپنے ادنیٰ کے لحاظ سے فوق العادت، سور کا ایک عجیب و غریب جموعہ بنا ہوا ہے اگر فرض کرو کہ حیوانات اپنے قصور اور اک کی وجہ سے انسانی عجائبات کا انکار کرنے لگیں اور انسانی کرشوں کا مذاق اٹانے لگیں اور یہ بکھرے لگیں کہ انسان کی یہ باتیں قانون فطرت۔ اور آئین قدرت کے خلاف ہیں۔ کیا عقولاً کے نزدیک سمجھا کا یہ انکار اور سخر کوئی قدر و قیمت رکھتا ہے پس جو نسبت عالم جیلان اور عالم انسان ہیں ہے؟

دھی عالم نسبت عالم جسمانی اور عالم روحانی اور فلسفہ اور انیساع کرام میں ہے اور جس طرح عالم انسان کے کشیدے عالم حیوانی سے بڑھ کر ہیں۔ اسی طرح عالم روحانی کے کشیدے عالم انسان کے کشیدے بڑھ لیں۔

## قدرت اور عادت میں فرق

یہ دو لفظ میں جن میں عام طور پر لوگ فرق نہیں کرتے حالانکہ ان دونوں کا فرق خود ان کے مدلول اور مفہوم ہی سے ظاہر ہے۔ قدرت کے معنی کر سکنے کے ہیں۔ اور عادت کے معنی کرتے نہیں کے ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ یہ دونوں چیزیں الگ الگ ہیں۔

جس طرح انسان میں دونوں الگ ہیں ایک قدرت اور ایک عادت۔ عادت ایک خاص مہبول کو کہتے ہیں اور قدرت اس کے خلاف کر سکنے کو کہتے ہیں۔

اسی طرح صحیح کہ حق تعالیٰ کی ایک عادت ہے اور ایک قدرت اکثر بیشتر ہمار کاظمیوں عادت مثمر کے مطابق ہوتا ہے۔ اور بھی کبھی کسی حکمت اور صحت سے خلاف عادت بھی فرمائی جائی اور کوئی کام خلاف عادت کرنا۔ خالق اذ قدرت نہیں ہوتا۔ اسیاب سے مسیات کا پیدا کرنا حق تعالیٰ کی عادت ہے اور گاہ بجگہ بلا سبب کے مسبب پیدا کر دینا اپنے اس کی قدرت کا کام ہے۔ پس مجرمات اور خوارق عادات قانون عادت کے خلاف نہیں۔ لیکن قانونی قدرت کے خلاف نہیں ہمہ امور کو قانونی قدرت کے خلاف بنانا کسی طرح صحیح نہیں اور خلاف عادت ہونے سے کسی چیز کا حوال ہوتا ثابت نہیں ہوتا۔ ان منکریں مجرمات نے قدرت اور عادت کے فرق کو بھی ذہن میں لئے خلاف عادت کو خلاف قدرت سمجھے پیشے۔

دیکھو اللہ تعالیٰ اکی عام عادت یہ ہے کہ ولادت ایک خاص طریقہ پر ہوتی ہے کہ اول نطفہ اور پھر علقہ اور پھر صبغہ وغیرہ وغیرہ۔ مگر اس عادت سے یہ لازم نہیں آتا کہ بغیر نظر کے پیدا کرنا اس کی قدرت سے خالق ہو۔ قدرت۔ عادت سے بالا اور بلند ہے۔ اور قدرت ہی تمام امداد پر حاکم اور فرما دیتا ہے۔ معادو افڑ کیا اسیاب قدرت از لیہ کے پیروں میں کوئی رنجیروں وال کو اس کو پابند اور مقید کر سکتے ہیں۔

## عادتِ عامہ اور خاصہ

پھر عادتِ عامہ کی بھی دو میں ہیں ایک عادتِ عامہ اور ایک عادتِ خاصہ۔ باوشاہوں کا وزراء کے ساتھ اور معاملہ ہوتا ہے اور عام و فواداروں کے ساتھ اور معاملہ ہوتا ہے! اسی طرح حق تعالیٰ کا معاملہ خضرات انبیاء کے ساتھ عام و گول کے معاملہ سے جلد اور متاز ہوتا ہے پس جو خوارق اور معجزات حضرات انبیاء کی تصدیق کیلئے ظاہر کئے جلتے ہیں۔ وہ هر فنادتِ عامہ کے خلاف ہوتے ہیں۔ مگر عادتِ خاصہ کے خلاف نہیں ہوتے اس لئے کہ خواص اور مقریبین کیلئے میں ٹھہر اور سندھ ہے کہ ان کو اس قسم کے خوارق اور معجزات سے سرفراز کیا جائے بلکہ اگر معجزات اور خوارق عادت ظاہرہ کئے جائیں تو یہ خلافِ حکمت ہو گا۔ اصل ہے کہ فرقِ مراتب کو محفوظ رکھنا اور استاذ اور شاگرد کے ساتھ علیحدہ علیحدہ معاملہ کرنا عین عقل اور عین فطرت ہے اور سراسر دنالیِ حکمت ہے۔ گر فرقِ مراتب نہ کتنی زندگی جیسا تعلق ہوتا ہے دلیباہی معاملہ ہوتا ہے۔ باوشاہ کا اپنے وزراء کے ساتھ برتاؤ اور معاملہ اور ہوتا ہے اور چیزیں اور عام رعایا کے ساتھ برتاؤ اور معاملہ اور ہوتا ہے۔

۳

فلسفہ اور سائنس میں فلسفتِ طبیعیہ کا ایک مستقل باب ہے جس میں ان امور کا ذکر کیا جانا کہ ہم مقرر قوانین فطرت سے علیحدہ ہوتے ہیں اور علمت اور گھول کے سلسلہ سے ہاہر ہوتے ہیں۔ فلاسفہ ان تمام و اصطلاحات کو اگر صحیح سند سے ثابت ہو جائیں تو ان کو بلا تامل قبول کرتے ہیں اور ان کی قوچیہ اور تاویل کرتے ہیں مگر معجزات اور خوارق عادات کا گودہ بطریق نواتر ثابت ہوں۔ ان کی تکذیب کرتے ہیں اور مذاق اڑاتے ہیں۔

فرانس کے ایک فیلسوف نے اپنی کتاب المسائل الروحیہ میں ایک عورت کا ذکر کیا ہے جس کا ایک لپستان بائیں ران میں تھا اور وہ بچہ کو اسی لپستان سے دو دھنپلانی تھی ایہ عورت ۱۸۷۶ء میں پیرس کی جمیعتۃ الفضلاء کے سامنے پیش ہوئی۔

اس فرم کے خوارق کے سب قائل ہیں لیکن جب کبھی کسی خارق عادت امر کافی کے سمجھ رہا اور کرامت کے عنوان سے ذکر کیا جاتا ہے تو یہی لوگ فوراً اس کی تکذیب پر کوئی تردید ہو جاتے۔

بی پر خوارق عادات اگر محال بھی ہوں تو عام لوگوں کی جسمانی قوت کے لحاظ سے محال ہوں گے لیکن رد عمل قوت کے لحاظ سے ان کو محال کہنا نادانی ہے۔ اور خداوند اجلال کی قوت اور ذہن کے لحاظ سے محال کہنا تو مکمال نادانی ہے۔

جس درجہ کا فاعل ہو گا۔ ان کی تاثیر بھی اسی درجہ کی ہو گی، ایک انسان بیک وقت اس من دل نہیں اٹھاسکتا۔ لیکن ریل کا سجن ہزاروں ٹن وزن گھٹشوں میں صدمہ میں گھسیت کر لیتا ہے۔ ہمیں قوت پر قیمت سے وہ کام ہو جاتا ہے جو بزرائیں انسان مل کر بھی ہمیں کر سکتے۔

## تیسرا بھی بات کا جواب

خوارق کو اتنا ذہم پڑتی نہیں اور خوارق کے باشے والے سادہ لمح اور وہم پرست ہیں بلکہ اعلیٰ درجہ کے ذہم اور ادا نہیں اور دنایا ہے جیسی کہ جن کے باشے پڑے پڑے قیاسوف گرد ہیں صدمہ ہزاراں طبی جا لینیوں سے بود۔ پیش عیسیٰ و مسیح انسوس بعد

حضرات انبیاء سے جن حقائق اور معارف کا ظہور ہوا وہ وہ حقائق تھے جنہوں نے زرع انسانی کی کاپا پٹ کر دی اور جاہلوں اور ذہم پرستوں کو ادھام اور تحیلات کے دادی تھے سے ناگر علم و حکمت کے قصر میں لا کر پڑھلا دیا۔

## چوتھی بات کا جواب

چوتھی بات یہ تھی کہ خوارق کے باشے ہے نظامِ عالم کا مختل ہوتا لادم آتا ہے اس لئے کہ خوارق کے باشے اس باب وسائل سے دلوقت اٹھ جاتا ہے۔

جواب یہ ہے کہ جس طرح ناگہانی طور پر ریل کے پڑی سے آتی جانے یا میں توٹ جانے اور بادھتے کوئی نہ اسکال سے بخار کے پڑھ جانے سے ریل اور علم طب سے اطمینان اور دلوقت زائل نہیں ہو جاتا کہ لوگ غرکزنا اور علاج کرنا ہی چھوڑ دیں۔

سچرخ خوارق عادات کے ظہور سے نظامِ عالم مختل نہیں ہوتا بلکہ خوارق کا فیض و بماری ابتیزی کا

علاح ہیں کہ خدا سے غافل نہ رہیں۔ نیز اخْتِلَال کے معنی یہ ہیں کہ اختیار کو سبے موقہ اور خاطر استھان کیا جائے اور یہ بات بندہ میں تو نکن یکہ واقع ہے اور خدا تعالیٰ کی بارگاہ، اس سے پاک اور منزہ ہے نیز یہ کہ منکر بن معجزات۔ فلتات طبیعیہ پر تذمیر ایمان رکھتے ہیں۔ تو اب سوال یہ ہے کہ کیا ان فلتات طبیعیہ سے انتظام عالم کو ختم نہ ہیں پھر تجھا اور کیا اس سے عجیب و غریب امور کے ظہور سے یہ سانیدت میں کوئی فرق نہیں آتا۔

## پانچوں بات کا جواب

خوارق کا وجود ترقی کی راہ میں مزاجم نہیں۔ ترقی۔ انسان کے دائرہ اختیار میں ہوتی ہے۔ اور خوارق کا نہ تودھو انسان کے اختیار میں ہے اور دُن کا ٹھہر دینا، اس کے قبضہ قدرت میں ہے۔ بلکہ خوارق کا ظہور و تبریث اور بصیرت کا سبب ہے جس سے حق تعالیٰ کی معرفت میں اور ترقی ہوتی ہے لہذا خوارق کا ظہور علم و معرفت کی ترقی کا ذریعہ ہے۔

## معجزات۔ دلائل نبوت اور بر اہمین رسالت ہیں

عقلاء ہر دو سے کیلئے دلیل کی ضرورت ہے۔ بحضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام برو نبوت و رسالت کا دعوے کرتے ہیں۔ اور یہ کہتے ہیں کہ ہم خداوند ذوالجلال کے سفیر ہیں اور خدا اور خلق کے درمیان واسطہ ہیں۔ اس عظیم المکان دعوے کیلئے بھی دلیل چاہیئے۔ اس دعوے کے دلائل اور بر اہمین۔ معجزات اور خوارق عادات ہیں۔ معجزہ، اس خارق ہاؤ امر کو کہتے ہیں کہ جو بلا کسی سبب ظاہری کے حی کے ہاتھ پر ظاہر ہو اور سارا عالم اس کے مثل لانے سے خاچز اور درمان نہ ہو۔

حکیم مطلق نے اس عالم کو عالم اسباب بنایا ہے۔ اس کی صفت اور علوٰۃ یہ ہے کہ کوئی کام بغیر سبب کے پیدا نہیں فرماتے۔ اسی کو عادت کہتے ہیں لیکن کبھی اپنی قدرت سے دست کو تحریر

پل سبب کوئی کام نہی کے ہاتھ پر پیدا فرمائے ہیں تاکہ اس خارق عادت امر کو دیکھ کر لوگ یہ سمجھ جائیں کہ یہ  
صلح اللہ تعالیٰ کا فعل ہے ..... نبی اور رسول کا ذاتی فعل ہیں۔ اس لئے  
کہ اسباب کا توڑنا بندہ کی قدرت سے خارج ہے بندہ کیلئے یہ ممکن نہیں کہ بغیر سبب کے کوئی کام کر سکے  
معجزہ کو دیکھتے ہیں بلکہ طور پر یہ تین ہو جاتا ہے کہ یہ شخص متین اشد ہے آہی کی تصدیق کیلئے  
من بجانب انسان کے خوارق خلاہ ہر ہو رہے ہیں کہ جو بلاشبہ قدرت بشری سے خارج ہیں معلوم  
ہوا کہ اس شخص کے ہاتھ کے پیچے دست قدرت پوشیدہ طور پر کافر مارت اور اس نبی کے ہاتھ سے  
جو بھی ظاہر ہو رہا ہے وہ حقیقت میں اشد کا فعل ہے نبی کا فعل نہیں۔ اس لئے کہ اس کے سعد و میں  
نبی کے ارادہ اور اختیار کو فعل نہیں۔ نبی کو یہ قدرت نہیں کہ جب چل رہے وہ معجزہ دکھانے کے

### مار میت اذ میت گفت حق کہ حق پر کارہا دارہ سبق

گر پر زخم تبرائق نے ذماست۔ ان کمان تیر ندانہ شش نداشت  
ہیں جس طرح نبی کے ہاتھ پر یہی فعل کاظما ہر ہونا جس سے متعلقاً قدرت بشری عاجز و دنہ اندھہ  
نبی کو عملی معجزہ ہے بیپڑ نبی کی زبان سے اسی نبیوں اور پیشیں گزیں کا عدد اور کل ہو جس سے  
علم بشری اور ادا کار انسانی قاصر اور عاجز ہو یہ نبی کا عملی معجزہ ہے بلا کسی ترسنے اور بلا کسی سبب  
خالیہ بشری اور ادا کار انسانی قاصر اور عاجز ہو یہ نبی کا عملی معجزہ ہے بلا کسی ترسنے اور بلا کسی سبب  
نلامہ بھی کے غیب کی باقول کی خبر دینا یہ اس بات کی علامت ہے کہ اس شخص کا علام الغیوب اور  
عاد غیب سے کوئی فاصلہ تعلق ہے بدقسم نداوند علام الغیوب کے اطلاع دے۔ کون بشایعی  
پیشیں کوئی نہیں کر سکتا۔ بادشاہ اگر کسی کو وزیر یا صفیر یا حاکم بن کر سمجھتا ہے تو اس منصب کے ساتھ  
اُس کو کچھ فہری امتیازات اور نشانات بھی عطا کرتا ہے اور اسی خصوصیات سے اُس کو سفر فراز فردا  
کے بودھوں کی نوسنگ تھنائے خاصیج ہوتی ہیں۔ جو کو دیکھ کر لوگ یہ تینی کریمی ہیں کہ یہ شخص  
بادشاہ کے حکم سے آیا ہے اور پھر اس کی اطاعت اور فرمائی واری کرتے ہیں اور حوال اور قرائی  
شیقین ہو جاتا ہے کہ یہ نشانات جعلی نہیں اور بلاشبہ یہ شخص بادشاہ کی طرف سے ذیر اور صفیر نہ کر  
آیا ہے۔

اور علی ہذا قیاس بادشاہ کبھی کبھی اپنے وزیر اور صفیر کو اپنے خاص غاص بانہوں پر مطلع  
کرتا ہے۔ اور جب وہ وزیر اور صفیر عنصر المفرد اور سب مصلحت اُن رانہوں سے لوگوں کو بطور

تبیہ و تہذیب آنکاہ کرتا ہے تو اہل فہم سمجھ جاتے ہیں کہ شخص بادشاہ کا شخص اور مقرب ہے۔ ہی طرح خداوند علام الغیوب کو صحیحی اپنے رسولوں کو بندیعہ وحی کے لفظ غبی امور کی طلاق دیتے ہیں تاکہ یوگ سمجھ جائیں کہ اس شخص کا عالم غیوب سے تخاص تعلق ہے اور یہ شخص خداوند علام الغیوب کا مقبول اور برگزیدہ بندہ ہے جس کو خدا تعالیٰ نے اپنے دوز سے آنکاہ فرمایا ہے اس نے کہ حضرات انبیاء و مرسلین جن باقی کی خبر دیتے ہیں وہ حق اور تجربہ سے کہیں بالا اور برقرار ہوتی ہیں۔ ان کو شئ کروگ تیقین کر لیتے ہیں کہ یہ باقی صرف خداوند علام الغیوب ہی کے بتلانے سے معلوم ہو سکتی ہیں اور جس طرح عملی صحیوت حق تعالیٰ کی قدرت اور قدر کا نمونہ ہوتے ہیں، اسی طرح علمی معجزات، حق تعالیٰ کی پیے چون دھگوں علم و حکمت کا نمونہ ہوتے ہیں جن کو دیکھ کر بنی کے پے ہونے کا علم بلا اختیار دل میں آ جاتا ہے اور اس کے غلبہ اور رعب کے سامنے کسی کا پاؤں نہیں جتا اور انتصار کی پاؤں اپنے سے چھوٹ جاتی ہے سو ائے عناد اور دنیوی عرض کے سے کوئی شے بیان سے باخ نہیں رہتی پس جو لوگ معجزہ دیکھنے کے بعد بھی ایمان دلالتے، اس کا سبب صرف اعتقاد اور ازالی بصیرتی ہے۔

## معجزات کے دلیل ثبوت ہوئی کاشوت قرآن کریم سے

قرآن کریم میں جایجا کفار کا انبیاء و کرام سے معجزات کا مطلب کرنا اندکو رہے جس کا مطلب یہی ہے کہ اپنی ثبوت درستالت کی کوئی دلیل اور برهان پیش کرد۔

ان انقموا لہ بشر مثنا تریدادون	کافروں نے چیخیروں سے کہا۔ تم ہم ہی مجبیے
ان تصدوا نا عباد کان یعیدا	آہئی ہر قوم ہم کو ہمارے آباں، جھادو کے طلاقی
اباشاذ قونا بس لطان صبین	عبادت سے روکنا پڑتا ہے تو پس نہم پنی ثبوت د

رسالت کی کوئی واضح اور روشن دلیل لا دیعنی کوئی متجہ دکھلا د۔

قم ٹو نے اپنے رسول سے کہا:- ما انت ارویش مثنا فیات بایۃ ان کفت من الصادقین  
نہیں ہر قوم مگر ہمارے نبی جلیل پیش کیں کوئی معجزہ اور فشاری دکھلادا اگر تم دھوئے بہت میں سچے ہو۔

کوہ مجرہ یہ اثنی ہے جو بطور خرق عادت بلا کسی سبب مدھری کے فوڑا پھریں سے پیدا ہوئی ہے اور فرعون کے قصہ میں ہے۔

قال ان کنت جنت بآیۃ فات  
فرعون نے کہا۔ اے موسیٰ اُرْتِمَ من جا ب اشہد  
کوئی مجرہ لائے ہو تو اس کو پیش کر دو۔ اگر تم  
دعوےٰ بخوبت میں سچے ہو۔  
بھا ان کنت من السادقین۔

فالقی عصاہ فاذ اهی تعبان مبین  
تو موسیٰ علیہ السلام نے اپنا عصاہ زمین پر  
دنزع پیدا فاذ اهی بیضاء  
ڈال و رواہ فوڑا شد عابن گیا اور اپنا آٹھ  
گربان میں ڈال کر نکلا اور وہ نہایت درجہ رُشْن تھا۔  
لنت ظریں۔

ان آیات میں لفظ آیت اور لفظ آیات سے مجرمات ہی مراد ہیں۔

لفظ آیت قرآن اور حدیث میں تین معنوں میں آیا ہے۔ (۱) معنی آیت قرآن یعنی کلامِ الہی ہے  
تینوں آیات اللہ یعنی اللہ کی آیتوں کی تلاوت کرتے ہیں۔ اس قسم کی آیتوں میں لفظ آیت سے  
بملکہ قرآن یہ مراد ہے۔

(دو) معنی عبرت جیسے فرعون کے غرق کے قصہ میں ہے  
لنتکون لعن خلقت آیۃ  
یعنی سرم تیری لاٹ نکال کر شیلہ پر ڈال دنیگے تاک  
لوگوں کے لئے عبرت ہو  
(سوم) معنی مجرہ اور نشانی۔ اب ہم چند آیات قرآنیہ پیش کرتے ہیں جنہیں آیات کا لفظ  
مجرمات کے معنی میں مستعمل ہوں ہے۔

(۱) وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا مُوسَىٰ بِآيَاتِنَا إِلَىٰ فَرَّاعَونَ وَالْمَلَائِكَةِ

(۲) وَلَقَدْ أَتَيْنَا مُوسَىٰ تِسْعَ آيَاتٍ بِيَدِنَا

(۳) فَارْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الْمُلْوَقَانَ وَالْجَرَادَ وَالْقَمَلَ وَالضَّفَادِعَ وَالْمَدَرَ آيَاتٍ مَفْصَلَاتٍ۔

رَبِّنَا مَاجَاءَهُمْ مُوسَىٰ بِآيَاتِنَا بِيَدِنَا

(۴) فَلَمَّا جَاءَهُمْ مُوسَىٰ بِآيَاتِنَا إِذَا هُمْ مِنْهَا يَنْهَا كُون۔

(۵) وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا إِلَيْهِمْ آيَاتِنَا كَلِمَاتٍ فَكَذَّبُوا بِهِ

- (۷) وَمَا نَرِيمُ مِنْ آيَةٍ إِلَّا هِيَ أَكْبَرُ مِنْ أَخْتَهَا.
- (۸) قَالَوْا مَهْمَاتٌ تَابَهُ مِنْ آيَةٍ لِتُسْكِنَ نَاسًا هَا فَمَا نَحْنُ لَكُمْ بِمُوْمَنِينَ.
- (۹) هَلْ تَنْقُضُ مِنَ الْأَدَانِ الْمُنْبَاهِيَاتِ رِبَنِيَّا مَا جَاءَتْنَا
- (۱۰) وَجَعَلْنَا بَنِي مُرِيمٍ وَامْلَأْهُ آيَةً - نَوْلَادَتْهُ عَلَى سَبِيلِ خَرْقَ الْعَدْلَةِ
- (۱۱) فَاجْتَيْنَاهُ وَاصْدَبَ السَّفِينَةَ وَرَجَعْنَا هَا آيَةً لِلْعَالَمِينَ -
- یعنی نوح عليه السلام اور اصحاب سینیت کو ایسے طوفان سے بچات اور اس کشتنی کو ہم نے تمام ہے کیلئے نشانی بتایا خاکی عادت ہونے کی وجہ سے اس کو آئیت کہا گیا۔
- (۱۲) فَإِنَّجِنَّةَ أَنَّهُ مِنَ النَّارِ إِنَّهُ فِي ذَالِكَ رَأِيَاتٌ لَقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ .
- اللہ تعالیٰ نے ابراہیم کو آگ سے بچایا یعنی آگ کو ان کیلئے برد و سلام بخواپا۔ قلنایا زار کو فی
- (۱۳) يَرَقَّ وَسَلَمَّاً عَنْ إِبْرَاهِيمَ تَحْقِيقِ اس میں نشانیاں ہیں ایمان و اول کیلئے۔
- (۱۴) لَقَدْ رَأَى مِنْ آيَاتِ رَبِّهِ الْكَبِيرِ إِنَّهُ كَرِيمٌ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالْتَّسْلِيمُ نَعْلَمُ نَشِيبَ مَعْرِنَ مِنْ بُرْزِي بُرْزِي نَشِيبَيَا وَلَكِيَّيَا .
- (۱۵) وَإِنْ يَرُوا آيَةً يَعْرِضُوا وَلَيَقُولُوا إِسْكَرْ مَسْتَمِرْ .
- اور اگر کفار (شیع قفر و نیر) کی طرح کوئی معجزہ ہمکھوں سے ہی بیکھیں تو جب عذاب کی وجہ سے من پھر لیں اور کہیں یہ عذیب جادو ہے۔

### تبلیغیہ

ہر شیخ کو حق جو شانہ نے اتنے معجزات شروع کر کے فرمائے کہ جن سے اس نہی کی صفات نجولی واضح ہو سکے اور وہ معجزات اُس کی نسبت کی دلیل اور برہان بن سکیں۔ ان آیات بینات اور دلائل واضح اور برداہن قاطع کے بعد یعنی اگر کفار نے معجزات کا مطابیہ کی تو یعنی مرتبہ تو ان کے من والوں معجزہ ان کو دکھن دیا گیا۔ واتینا تمود النقاۃ فظسموا بہا۔

اوہ بسا اوقات کفار کے مطابیات اور منہ اٹکے معجزات ظاہر کرنے سے انکار کر دیا گیا کیونکہ ان کا یہ مطابیہ تحقیق حق کیلئے نہ تھا بلکہ عذاب اور تعنت پہنچنی تھا۔ خاص خاص معجزات کا مطابیہ جملہ

رسل کو حق کرنے اور ان کے ساتھ استہزا اور تمسخر کرنے کے لئے تھا۔ پس جن آیات میں معجزات دیے جانے کی نفی اور انکار نہ کرہے وہاں ان خاص خاص معجزات کی نفی مراد ہے کہ جن کا مطابق نہیں، ابیا در کرام کو حق کرنے کیلئے یا ان کے ساتھ تمسخر کرنے کیلئے تھا اور عقول پر مناسب ہی نہیں، کہ جس وقت کوئی کسی معجزہ کا مطابق کرنے کے لئے ہوا تو اس کی معنی کے موافق معجزہ دکھلا دی جائے بہوت کیا ہوئی معاذ داشد بامیمہ، طفال ہو گئی۔ لوگ صبح سے شام تک قسم قسم کے معجزات دکھلا دیں کہیں۔ پس اگر خدا کا پیغمبر سارے کام چکوئے کر ان کی خواہشوں کے موافق معجزات دکھلا تارہے تو کیمیں اور تماشہ ہو جائے۔ ماحده۔ یہ کہتے ہیں کہ ان آیات میں مطابق معجزات کی نفی مراد ہے یہ بالغ غلط اور بطل ہے مطابق معجزات کا وقوع بے شمار آیات قرآنیہ اور احادیث میں موجود ہے ثابت ہے جس میں مجال انکوار کی نہیں پس معلوم ہوا کہ جن آیات سے بظاہر معجزات کی نفی مخفوم ہوتی ہے وہاں ان والی تباہی اور معاندانہ فرمائیشی معجزات کی نفی مراد ہے جو کا مطابق کہا جائے ہے وہاں ان والی تباہی اور کرام کو حق کرنے کیلئے سمجھتا ہے جن بے شمار آیات میں معجزات کا اثبات نہ کر رہے۔ ابیا در کرام کو حق کرنے کیلئے کرتے سمجھتا ہے جن بے شمار آیات کے دلائل و براہین ہیں۔ علاوه از یہی وہاں واقعی معجزات میں جو حضرات انبیاء کی بہوت درست کے دلائل و براہین ہیں۔ ابیا در کی اثبات دلائل کیلئے مطمن صحیح دلائل کا پیش کر دینا کافی ہے۔ فرمائیشی دلائل کا پیش کرنا ضروری نہیں۔ عدالت میں اثبات و عین کیلئے وثائق اور صادق کو اپنے کاپش کر دینا کافی ہے فرمائشی گواہیں کو اپنے کرنا ضروری نہیں۔ حضرت انبیاء نے دعوے نے بہت کے اثبات کیلئے بے شمار دلائل و براہین پیش کئے۔ مگر فرمائیشی معجزات اور معاندانہ مطابقات کی پول اکٹے سے انہی فرمادیا اور اس کی وجہ سبیں بھیان فرمادی کہ تم لوگ اس قابل نہیں کہ تم کو یہ معجزہ دکھلایا جائے کیونکہ تم سے قبول حق کی امید نہیں اور سبی یہ جواب دیا کہ اس قسم کے معجزات پہلے بھی دکھلانے چاہکے ان کیا نتیجہ ہوا جواب تمہارے مطابقات پورا کر کے امید رکھی جائے اور پونکہ کفار ناہیں اور حشرات انبیاء در کرام کو جادو گیر اور شبudeہ باز سمجھتے تھے اور معجزات کو سحر اور شبudeہ کی طرح ان کا فعل اختیاری سمجھتے تھے اس لئے ان سے قسم قسم کے معجزات کا مطابق کرتے تھے اس خیال بطل کے روکرنے کے لئے مجاہد یا گیا۔

وَمَا ذَانَ رَسُولٌ أَنَّهُ أَنْ يَأْتِيَ بِآيَةٍ  
کسی رسول کیلئے یہ ممکن نہیں کہ بلا اون

الاباذن اللہ۔

خداوندی فتح و بود کوئی مجرہ دکھلائے۔  
یعنی مجرہ اللہ کا فعل ہے یعنی کافل نہیں۔ معاذ الدینی کوئی جادوگر نہیں اور مجرہ سسر کی طرح کوئی فن نہیں کہ نبی کے احتیار میں ہے کہ جب چاہے اور بوجا ہے مجرہ دکھلادے، مجرہ اللہ تعالیٰ کا فعل ہے اور اللہ تعالیٰ فاعلِ مختار اول علیم حکیم ہیں مجرہ کا خلہو ران کے لادہ اور صحت پر ہے جس میں کسی کو دم مارنے کی مجال نہیں اور علی نہ اجتن آیات میں یہ آیا ہے انہا  
مَنْذُرٌ وَ مَكِيلٌ قَوِيرٌ هَذَا وَ قَلْ سِجِّانٌ رَبِّيْ هَلْ كَنْتَ الْأَنْشَرُ لِرَسُولِهِ  
کَمْ مُنْذِرٌ أَمْ مُبَشِّرٌ سُولٌ ہوں تھہاری فرشاش کے موافق مجرات کا ظاہر کرنا میری قدرت اور انتیار  
میں نہیں کیونکہ تمہاری طرح میں بھی خدا کا بندہ اور بشیر ہوں اور بشیرت میں شرکیہ ہوں اور مجرہ  
طاقت بشری سے خارج ہیں یا مجعی ہیں کہ نبی کا کام توڑانا اور میغام ہو چنان ہے ہاتھی ہدایت کا  
کے دل میں اتار دینا یہ نبی کا کام نہیں بلکہ اللہ کا کام ہے۔ ملکہ نے ان آیات کا مطلب فراہدیا  
کہ میں رسول اور منذر ہوں اور نبی اور منذر کیلئے مجرہ ہوتا ہی نہیں اور نہ ہونا چاہے بلکہ مجرہ کا روز  
شانِ نبوت و رسالت کے خلاف ہے سچان اللہ۔ کیا عجیب فرم ہے فتوذ بالشمن سو واقفہم۔  
ان آیات کا صحیح مطلب وہ ہے جو ہم نے عرض کیا اور اگر یا الفرض والتقدير ان آیات سے کسی وجہ  
میں مجرات کی نظری مقوم ہوتی ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ خاص خاص فرائشی مجرات اور  
یہ معاندہ مطالبات شانِ رسالت کے مناسب نہیں اس سے یہ لازم نہیں ہتا کہ مطلقاً مجرہ  
شانِ رسالت کے مناسب نہیں۔

## دعائے رسالت اور مجرات میں تعلق

ہمارے اس بیان سے یہ امر بخوبی واضح ہو گی کہ مجراتِ نبوت و رسالت کی دلیل اور برہان  
ہیں اور مجرات کو نبوت و رسالت سے ایسا ہی تعلق ہے جیسا کہ شاہی نشانات اور امتیازات اور  
شاہی لمحوں کو منصب وزارت و عہدہ کا سفارت سے تعلق ہے۔  
نیز ہمارے اس بیان سے سرستید اور علامہ مشیل کے اس خیال کی بخوبی تردید ہو جاتی ہے کہ

بڑے بیان کئے ہوئے ہیں کہ مججزہ رسول کی رسالت پر ولالت نہیں کرتا اور خرق عادت کو  
دلوے رسات سے کوئی تعلق نہیں (و) کیوں انہلہ مصنفہ علامہ شبیح صدیق  
علامہ شبیح کے نزدیک مججزہ دلیل نبوت نہیں ملکر جو کہ ببرت جسیئے تم باشان مرکب ہے دلیل کی  
بڑھاں ضرورت ہے اس لئے عندہ شبیح اور ان کے ہم خیالوں نے ایک معینہ نتیجہ کو نسبت کی دلیل  
ذرا دیا وہ کیا تھے۔ انبیاء کرام کی تعلیمات اور بہایات اور ان کے اخلاق ہیں جس کا بالآخر گھومنہ ہے  
یہ ہے کہ مججزہ عملی کوئی چیز نہیں۔ صرف علمی مججزہ دلیل ہے تو یا کہ علامہ کے نزدیک یہ ہر صورت ہے  
کہ وہ بنی علماء و فضلاہ ہی کی طرف معموث ہو جاس کی تعلیمات اور بہایات کی شریروں کو حوب  
سمیں۔ عوام کی طرف بنی کے بعثت مناسب نہیں وہ علوم و معارف کو کیا جائیں۔ اس میں شبیح  
تعلیمات اور اس کی بہایات اور اس کے اخلاق جیسے ہی اس کی نبوت اور صداقت کی دلیل  
اب مگر وہ بھی اسی وجہ سے دلیل نبوت ہیں کہ خارق عادت اونہ مججزہ ہیں یعنی تعلیمات اور بہایات  
اور ایسے اخلاق فاضلہ سے تمام عالم عاجز ہے اور وہ تمام آیات اور عادیت متواثرہ جن سے صریح ہو  
پہلی مججزات کا ثبوت ہوتا ہے وہ علامہ شبیح کے نزدیک سب غیرمعرب یا موقوف ہیں

## اس قسم کے خیال والوں سے ایک سوال

بودگ مجواست عجیب کو دلیل نبوت نہیں قرار دتیے۔ ہمارا ان سے ایک سوال ہے وہ یہ کہ مججزہ  
میں یہ تلاً مججزہ عسا، مججزہ بیوی بیضا و اور آتش نمودی کا حضرت ابراء میم کے حق میں ہمدرد سلام ہو  
گا اور حضرت داؤد کیلئے وہے کاموں ہو جانا اور حضرت سلیمان کیلئے ہوا کا سخن ہو جانا اور حضرت علیہ  
صلی اللہ علیہ وسلم کے پھونک مارنے سے مُردوں کا زندہ ہو جانا اور کوڑھی اور نابیتا کا اچھا ہو جانا اور آنحضرت  
زکر لئے ہو جانا اور ستون خانہ کا رونا وغیرہ وغیرہ اس قسم کے مجواست عجیب کا صدور حضرت انبیاء و  
لام سے قرآن اور حدیث متواثر اور تاریخ سے قطعی طور پر ثابت ہے جس کا اندازہ ممکن ہے۔

اب سوال یہ ہے

کہ اس قسم کے معبودات کا صد و رہ حضرات انبیاء کرام سے کیوں ہوتا تھا آبایہ لکن فصل جلد  
اور کمیل اور تماشہ تھا یا اس میں کوئی حکمت اور مصلحت اور شامی غرض و غایت تھی۔

شق اول تو خاہر اببطالان ہے اس لئے کہ حضرات انبیاء کرام لا یعنی، در عیت اور کمیل ہونا  
اوہ شعبدہ بادی اس قسم کے افعال سے پاک اور نزہ ہوتے ہیں یہ ناممکن ہے کہ حضرات انبیاء، نبوات  
میں مبتلا ہوئی لامعہ ارشت ٹانگی کو، نتاپڑے گا کہ ان افعال (معبودات) کا صد و رہ اور لامہ کسی مصلحت  
اوہ کسی صحیح غرض و غایت پر نہیں تھا۔ اب پر حضرات بتائیں کہ ان افعال (معبودات) سے سوانعے  
اس کے اور کیا غرض و غایت تھی کہ یہ خمارقی عادت افعال اُن کی صداقت کی دلیل نہیں اور لوگ  
ان حجراست کو اُن کی نبوت و رسالت کی برهان سمجھیں چنانچہ موسیٰ علیہ السلام کے قصہ میں ہے  
فَإِذْ أَذْفَ بِرِدٍ ذَاقَ مِنْ رِيدٍ      یعنی یہ دونوں معجزے تیری نبوت و رسالت کی  
دلیل اور برهان ہیں جو من جانب اللہ تجھے کو عطا  
کئے گئے ہیں۔ معلوم ہوا کہ معجزہ نبوت کی دلیل اور برهان ہوتا ہے۔

## ایک شبہ اور اُس کا ازالہ

جو لوگ معجزہ کو دلیل نبوت نہیں قرار دیتے وہ یہ شبہ پیش کرتے ہیں کہ اگر معجزہ دلیل  
نبوت نہ ہے تو جو شخص عجیب و غریب شعبدہ اور کشمہ دکھلاتے تو اس کو بھی نبی کہنا چاہے  
اس طرح نبی اور غیر نبی میں التباس اور اشتباہ لازم آئے گا۔

## جواب

اُس شبہ کا جواب یہ ہے کہ ذرا سے اشتباہ کا نام آجائے سے کسی چیز کو بے اصل کہدا یا  
اور سمجھے سے اُس کا انکار کر دیا مشتبہ العقل لوگوں کا کام ہے دنیا میں کوئی سی چیز ہے جس  
میں حق اور باطل کا اشتباہ نہیں۔ صاحب سلطنت کے پاس ہی کوچ اور خواہ ہوتے ہے اور  
وقات باغی کے پاس ہی یہ تمام چیزیں ہوئی ہیں۔ جسمی کو بعض مرتبہ صاحب سلطنت کا مقابلہ ہی گر

بیٹھنا ہے اور کسی موقع پر صاحب سلطنت کو شکست بھی دیتا ہے۔ کیا اس اشتباہ اور وقتی احمد عارضی تشاہ کی وجہ سے عقل سلیم کے نزدیک مطابقاً سلطنت کا انکار درست ہے اور یہ کہ دنیا بیکھر ہے کہ میں با و شاہست اور سلطنت کو اس لئے تسلیم نہیں کرتا کہ دونوں کے پاس ایک قسم کا ساز و سامان ہے۔

بعض مرتبہ عطا عالج طبیب اور ڈاکٹر سے بھی علاج میں فوقيت لی جاتے ہیں کیا اس تشاہ کی وجہ سے عقل سلیم کے نزدیک سرے سے ہی طب اور علاج کا انکار درست ہے اور یہ اس اشتباہ کی وجہ سے علاج کو بیکار سمجھنا جائز ہے۔ عدالت میں طفین سے وکیل بحث کرتے ہیں اور اپنی اپنی دلیل پیش کرتا ہے حتیٰ کہ بعض مرتبہ اہل باطل کا دلیل باز میں لیجا تا ہے تو کیا یہ عقل کے نزدیک اس عارضی اشتباہ کی وجہ سے سرے سے دلیل ہی کا انکار کر دینا اور یہ کہہ دینا کہ دلیل کوئی چیز نہیں عقلًا صحیح ہے ہرگز نہیں بازار میں ہر قسم کا سودا بکتا ہے۔ کھرا بھی اور کسوٹا اس اشتباہ کی وجہ سے کسی نے سودا خریدنا نہیں چھوڑ دیا اور نہ دنیا کا کار و بار ہی بند ہو جائے معلوم ہوا کہ اشتباہ کی وجہ سے ہر دشمن کو چھوڑ دینا عقلًا صحیح نہیں بلکہ حق اور باطل اور اہل اور جعلی اور کھروٹے میں تمیز کی ضرورت ہے۔ اسی طرح معجزات اور شعبدات میں بھی اقتیاز کرنا چاہیئے زیر یہ کہ ذرا سے اشتباہ سے معجزات کو شعبدات کی طرح بیکار قرار دے دیا جائے۔ اس لئے کہ معجزات ہی پر نبوت کی صداقت اور حقانیت کی بناء ہے اور پھر نبوت ہی کی معاد کی صلاح اور فلاح کی معرفت کا ذریعہ ہے اس لئے چھان بین کر کے حق اور ناحق میں تمیز ضروری ہے۔

اگر کھرے اور کھروٹے کے اشتباہ کی وجہ سے خرید و فروخت چھوڑ بیٹھیں تو دنیا کا کافی معطل ہو جائے اسی طرح اگر معجزہ اور شعبدہ کے ذرائع سے اشتباہ کی وجہ سے نبوت کو چھوڑ بیٹھیں تو آپ کا کار خانہ آخرت معطل ہو جائے اور آپ اپنی اخودی ذندگی کیلئے کوئی سامان نہ کر سکیں۔

پس جب آپ ذرا سے اشتباہ کی وجہ سے دنیا نے قاتی کے منافع کو نہیں چھوڑ بیٹھتے تو ذرا سے اشتباہ کی وجہ سے عالمہ چاودا فی کی دائمی منفعت حاصل کرنے کے لئے اور بیدی

حضرت سے بچپن کیلئے کیوں برسے سے بیوت اور آنحضرت کو ترک کرنے دیتے ہو۔ عارف رومی فرمائیں۔

بخار عالم زین سبب مگر اس نہ شد !  
 کم کسے نا بدل حق آٹاہا شد  
 ہمسری با اب بیاد برداشتند  
 او لیا را ہمچو خود پنداشتند  
 سحر را با محجزہ کردہ فیاس  
 ہر دو ما ہر مکر شہادہ اساس  
 کیلئے مشنوی صہیون دبجو صوم دخراں

## ثبوت معجزات

بسم اللہ الرحمن الرحيم ثابت ہو گیا کہ معجزات ممکن ہیں، محل ہیں، لیکن حض امکان۔ ثبوت اور وقوع کیلئے کافی نہیں لہذا معجزات کے ثبوت اور وقوع کیلئے کوئی مستقل دلیل چلہئے، جانتا چلہئے کہ واقعات عالم کے ثبوت کا ذریعہ سوئے شہادت اور روایت کے اور کچھ نہیں ہیں لیکن لوگ یہ بیان کر لیں کہ یہ واقعہ ہم نے بچشم خود دیکھا ہے۔ یہ صورت تو شہادت کی ہوئی۔ اور روایت یہ ہے کہ ایسے واقعہ کو بیان کرے۔ جسے خود نہیں دیکھا ہے بجھوڑ کیجئے والوں سے یا لواسطہ یا بلا واسطہ سنائے اس کا ہم روایت ہے اور عقولاً یہ معتبر ہے لیش طریکہ در میانی واسطہ معتبر اور قابل وثوق ہو۔ تمام عدالتوں میں واقعات کا فصل شہادت ہی سے ہوتا ہے پس اگر شہادت دینے والے شخص ہو شیار اور لاستیاز ہوں تو وہ قابل قبول ہو گی اور ایسی شہادت کا انکار اور اس سے انحراف قاذفاً جرم ہو گا۔ اور اگر شہادت دینے والے افراد کی صداقت اور دیانت مشتبہ اور مشکوک ہو تو ان کی شہادت تعیین نہ ہو گی اور یہ مشکوک شہادت، عدالت کی نظر میں ثبوت واقعہ کیلئے کافی نہ سمجھی جائے گی اور اگر شہادت دینے والے شخص ہوں کہ جن کے فہم اور حافظہ اور دیانت اور صداقت پر کہیں انکی رکھنے کی بُنجائش نہ ہو تو ایسے شخص کی شہادت کو قبول نہ کرنا بلاشبہ بے عقلی کی دلیل ہو گا خصوصاً جبکہ اس واقعہ کی روایت کرنے والے اور شہادت دینے والے و رجہ تو اتر کو پہونچنے ہوں تو اس روایت اور شہادت کو قبول کرنا عقل کا فرض ہو گا اور اس کو نہ قبول کرنا عقولاً تقریباً حرام ہو گا اور اگر مشابہہ نہ ہو تو پھر علم کا ذریعہ روایت ہے پس اگر اس واقعہ کے راوی معیاری صداقت پر پورے

اتریشیئے تودہ روایت قبول کی جائیں اور تنقید روایت لا جو معیار حضرات محدثین نے بیان کیا ہے، دنیا کی تاریخ اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی اور نہ عقل اس سے بڑھ کر کوئی معیار ہو سکتا ہے علم اصول حدیث اسی معیار کیلئے وضع کیا گیا ہے تاکہ صحیح اور غیر صحیح اور مقبول اور غیر مقبول میں فرق کیا جاسکے اب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات کو لیجئے، کچھ تو قرآن کریم سے ثابت ہیں اور اکثر مذہبی حدیث سے ثابت ہیں وہ معجزات قرآن سے ثابت ہیں وہ تو بہت کم میں ملکے ثبوت میں تو کوئی کام نہیں ہے بلکہ علماء ان معجزات روایات حدیث سے ثابت ہیں جن میں سے بہت سے معجزات وہ ہیں کہ جو نقل متواتر سے ثابت ہیں اور سہیت سے وہ ہیں کہ جو خبر واحد سے ثابت ہیں۔

اور تمام عقولاء عالم کا یہ اجماعی مسئلہ ہے کہ اگر خبر درجیے والے کافی ہم اور ساقطہ اور اس کی صدقۃ اور راستبازی قابلِ دلوق ہو تو اس کی خبر کو قبول کیا جائے گا اور ایسے شخص کی روایت واجب العمل ہو گی اور بعض اس احتمال پر کوئی ممکن ہے اس شخص کے سمجھنے یا لیلو کرنے میں کوئی غلطی ہو گئی ہو اور ممکن ہے کہ اس نے کسی غرض کی بناء پر بحوث بول دیا ہو۔ اس قسم کے عقلی احتمالات پر اس خبر کو رد کرنا جائز نہیں اگر خبر کے قابل قبول اور قابل عمل ہونے کیلئے ایسا یقین کامل شرط ہو کہ جس میں کسی قسم کا عقلی احتمال اور شک نہ تکل سکے تو کار خانہ عالم مuttle ہو جائے اس لحاظ سے کوئی خطأ اور تاریخی بحث نہ رہے گا۔ اور وہ کوئی زبانی پر عالم قابلِ دلوق ہو گا، اس لئے کہ ان میں بھی بھی احتمال ہے کہ ممکن ہے کہ خط لکھنے والے اور تاریخ نے والے سے کوئی غلطی ہو گئی اور شخص واحد سے غلطی کا ہونا مستند نہیں

پس جب ان عقلی احتمالات اور خیالی شکوک و خدشات کی بناد پر دنیاوی امور میں اخبار آجاد کے قبول کو لازم اور ضروری سمجھتے ہو تو پھر روایات معجزات میں اخبار آجاد کے قبول کرنے میں کہیں پس و پیش کرتے ہو حالانکہ روایات حدیث کا معیار اس سے ہزاروں اور لاکھوں درجے بلند سے اس درجہ بند ہے کہ دنیا کی کوئی قوم اور کوئی ذہب اس کی گرد کوچی نہیں پہنچتا اور دنیا کی کسی تاریخی روایت میں یہ بحوث نہیں ..... کہ وہ روایت حد پیش کے مقابلہ کا تصور بھی کر سکے۔ تاریخی واقعات بوسنند سے مستند اور معتبر سے معتبر کتاب میں مذکور ہیں کسی منع نے ان میں سے کسی واقعہ کی کوئی سند ذکر نہیں کی۔

خلاف حضرات محدثین کے کہ ان کے یہاں بغیر بند کے کوئی روایت معتبر نہیں اور پھر محنن

سنہ بھی کافی نہیں جب تک اول سے آخر تک مسلسلہ سننے کے تمام نذاروں کی تنقید نہ کر لیجئے

## محجزاتِ نبویہ

محجزاتِ نبویہ بعض تو قرآن کریم سے تفصیل اور اکثر احوالاً اور احادیث میں سے کل محجزات تفصیلی ثابت ہیں مثلاً قرآن کریم میں جہاں کہیں اٹھاتے ہوتے کے مسلسلہ میں آیات لا آیات ہیں بڑھان کا نقشہ آیا ہے وہاں سب جگہ پاجماع مفسرین محجزات مراد ہیں مثلاً

(۱) وَإِذَا رأَوْا آيَةً يُسْتَسْخِرُونَ وَقَالُوا إِنَّ هَذَا إِلَّا سُحْرٌ مُّبِينٌ (سورہ صافات)

(۲) فَلَمَّا جَاءَهُمْ بِآيَاتِنَا أَذَّاهُمْ مِّنْهَا يَضْحَكُونَ۔ (ذکر)

(۳) وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا مُوسَىٰ بِآيَاتِنَا وَسُلْطَانٍ مُّبِينٍ إِلَىٰ فَرَّاْعُونَ وَهَامَانَ وَقَارُونَ فَقَالُوا سَاحِرٌ كَذَابٌ۔ (صودہ مُؤمن)

اور آیاتِ قرآنیہ میں لفظ آیت اور لفظ آیات بکثرت محجزات کھصی ہیں جن ہو ایسے الگ جھہبست بگشنا فی یا آیت قرآنی کے معنی میں مستعمل ہو ایسے لیکن جس مقام پر انبیاء کرام کی نبوت ثابت کرنے کیلئے لفظ آیت یا آیات آیا ہے وہاں سب جگہ محجزہ اور محجزات کے معنی مراد ہیں۔

## محجزاتِ قرآنیہ

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جن محجزات کا ذکر قرآن کریم میں صراحتہ آیا ہے اُن کو جاؤ ذکر کرتے ہیں اول جن محجزات کا ذکر احادیث میں ہے ایسا ہے وہ کتب احادیث اور سیر میں دیکھ لے جائیں جس پر علماء نے مستقل کتا ہیں لکھنی ہیں۔

(۱) سُبْحَانَ الَّذِي أَسْرَىٰ بِعَبْدِهِ الْأَيَّلَةَ

(۲) اَقْتَوْبَتِ السَّاعَةَ وَالنَّشْقَ الْقَرَ-

(۳) وَمَارْمِيتَ اذْرِمِيتَ وَلَكُنَ اللَّهُ رَبِّيْ.

(۳) وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لِيُسْتَخْلَفُوكُمْ فِي الْأَرْضِ إِلَى الْأَمْسِكَةِ كَذَبَ الشَّيْءُ  
(۴) هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظَهِّرَهُ عَلَى الَّذِينَ كُلُّهُ  
دُلُوكُهُ الْمُشْرِكُونَ - (صُورَةُ صُفَّ بَارِهٗ - ۲۸)

او یہی مضمون دوسری آیت میں مذکور ہے:-

هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظَهِّرَهُ عَلَى الَّذِينَ كُلُّهُ  
وَكُفَّىٰ بِاللَّهِ شَهِيدًا - (صُورَةُ فُتحٍ بَارِهٗ - ۲۶)  
حق تعالیٰ نے ان آیتوں میں دین محمدی کے تمام دینوں پر غالب کروئیے کا وعدہ فرمایا ہے  
سو الحمد للہ پورا فرمایا۔

(۵) لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ اذْ يَرَا يَعْوِشُكُمْ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعُلِمَ مَا فِي قُلُوبِهِمْ  
فَانْزَلَ السَّكِينَةَ عَلَيْهِمْ وَأَثَابَهُمْ فَتَحَاقِرَ بِيَابِعَوْمَعَانِمَ كَثِيرَةٌ تَاخُذُ وَنَهَا فَجَعَلَ لَكُمْ هَذِهِ وَكَفَ اِيَادِي  
النَّاسِ عَنْكُوهُ وَلَتَكُونَ أَيْةً لِلْمُؤْمِنِينَ وَيَهْدِي يَكُمْ صَرَاطًا مُسْتَقِيمًا وَآخَرِي لِمَنْ قَدِرَ دُوَاعِيهَا  
قَدْ حَاطَ اللَّهُ بِهَا وَكَانَ اللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرًا

ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے فتح خیر وغیرہ کا وعدہ فرمایا سو الحمد للہ پورا ہوا۔

(۶) لَتَدْخُلُنَ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ شَاءَ اللَّهُ أَمْنِينَ مُحْلِقِينَ رُؤْسَمْ وَمَقْصِرِينَ لَا تَخَافُونَ  
فَعُلِمَ مَا تَعْلَمُوا وَاجْعَلْ مِنْ دُونِ ذَالِكَ فَتَحًا قَرِيبًا  
اُس آیت میں سجد حرام میں داخل ہونے کی جو شیش کوئی فرمائی وہ بحمدہ تعالیٰ پوری ہوئی۔  
(۷) قُلْ لِلَّذِينَ كُفَّرُوا سَتَغْلِبُونَ -

اس میں فتح مکہ کی طرف اشارہ ہے سو الحمد للہ و عده پورا ہوا۔

(۸) اَمْرِيْقُولُونَ نَحْنُ جَمِيعٌ مُنْتَصِرٌ وَسَهْزَمُ الْجَمِيعَ وَلِيُولُونَ الدَّبَرَ -  
اس میں بدکی فتح کی طرف اشارہ ہے۔

(۹) وَإِذْ يَعْدُكُمْ اللَّهُ احْدِي الطَّائِفَيْنَ انْهَاكُمْ وَتُوَدُّونَ انْ غَنِّوا اَوْ الشَّوْكَةَ تَكُونَ  
لَكُمْ وَيَرِيدُ اللَّهُ اَنْ يَعْنِي الْحَقِّ بِكَلِمَاتِهِ دُدِيْقَطْعَ دَابِرَ الْكَافِرَيْنَ -  
اس آیت میں غزوہ بدکی فتح کی طرف اشارہ ہے وہ بھی پورا ہوا۔

(۱۱) ام حسبتم ان تلد خلوا الجنة و لم يأتكم مثل الذين خلوا من قبلكم مستهم  
البأساء والهباء وزلزلوا حتى يقول الرسول والذين آمنوا معه متى نصر الله الا  
ان نصر الله قریب - (سورة بقرة پارہ ۴۰)

اس آیت میں غزوہ حزب کی طرف اشارہ ہے جس کی فتح کو دہنی آیت میں اس طرح صراحت  
بیان لیا گیا ہے۔ ولما رأى المؤمنون الاحزاب قالوا هذ ما وعدنا نا الله رسوله و  
صدق الله در رسوله وما زادهم إلا إيمان و تسبيح - (سورة الحزب)

(۱۲) اذ أخذ نصراً لله والفتح ورأيت الناس يدخلون في دين الله أنواعاً فسبح  
بحمد ربك واستغفر لآنه كان توأياً اس آیت میں فتح کی طرف اشارہ ہے۔

(۱۳) ألم يغلب الروح في أدنى الأرض وهم من بعد غلبهم سيفغلبون في بعض  
سنین لله ألم من قبل ومن بعد ويومئذ ليفرج المؤمنون بنصر الله ينصر من  
ليشاء وهو العزيز الرحيم - وعد الله لا يخلف الله وعد لا ولكن أكثر الناس لا يعلمون  
اس آیت میں کسری کے مقابلہ میں غلیظہ روم کی پیشیں گئی فرمائی۔ وہ بھی پوری ہوئی۔

(۱۴) انا نحن ننزلنا الذكر و انا له لحافظون - (سورة حجر پارہ ۱۴)

و بمعناه قوله تعالى لا ياتيه الباطل من بين يديه ولا من خلفه تنزيل من  
حكيم حميدا - رحم سجدہ پارہ ۲۴-۲۵

اس آیت میں قرآن کریم کی حفاظت کا وعدہ فرمایا ہے سو مجده تعالیٰ وہ بھی پورا ہوا۔

(۱۵) ان الذين فرق عنك القراءن ارادك الى معاد - (سورة قصص پارہ ۱۰-۱۱)  
ای المرادک ای مکہ و کان قد اشتاقها وقد سلّة اللہ تعالیٰ بہن اعذ بالیحیرۃ  
اس آیت میں فتح مکہ کی طرف اشارہ ہے

(۱۶) قل ان كانت لكم الدار الآخرة عند الله خاصية من الناس فهم الموت  
ان كنتم صادقين ولو يتنوروا ابدا بما قدمت ابدا يهم والله عليم بالظالمين  
اس آیت میں یہود کے متعاق پیشیں گئی فرمائی۔ وہ بھی پوری ہوئی۔  
(۱۷) ضربت عليهم الزلة والمسكنة - (سورة بقرة پارہ اول)

وَبِعِنْتَهَا أَيْهَةُ الْعَمَانِ - إِنْ يَضْرُوكُمُ الْأَذْى وَإِنْ يَقْاتِلُوكُمْ يَوْمَ الْادْبَارِ  
لَهُ لَا يَنْصُرُونَ ضَرَبَتْ عَلَيْهِمُ الْزَلْزَلَةُ أَيْنَا تَقْفَوُ الْأَبْجَلَ مِنَ اللَّهِ وَجْلٌ مِنَ النَّاسِ  
وَبِهَا لِغْصَبٌ مِنَ اللَّهِ وَضَرَبَتْ عَلَيْهِمُ الْزَلْزَلَةُ وَالْمَسْكَنَةُ -

ان آیات میں جن امور کی خبر دی گئی وہ سب پورے ہوئے۔

(۱۸) سُنْنَتُ فِي قُلُوبِ الظَّالِمِينَ كُفَّرُ الرَّاعِبُ بِمَا اشْرَكُوا بِإِيمَانِهِ مَا لَمْ يَنْزِلْ بِهِ سُلْطَانًا  
وَقَدْ ظَهَرَ الرَّاعِبُ فِي كَثِيرٍ مِنَ الْغَزَوَاتِ حِيثُ هُرِبَ الْكُفَّارُ مِنْ عَوْبِينَ  
اس آیت میں حق تعلیم نے وعدہ فرمایا کہ کافروں کے دل میں تمہارا رعب ڈال دیں گے  
یہ وعدہ بھی پورا ہوا جس کا خیہور بہت سے غزوات میں ہوا کہ کفار یا بوجو کثرت کے مسلمانوں کی  
قیل جماعت سے مرغوب اور غلوب ہوئے۔

(۱۹) يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذْكُرُوا نَعْمَلَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ أَذْجَاءَ تَكُمْ جَنُودَ فَارِسَلْتَنَا عَلَيْهِمْ  
رِبْيَا وَجَنُودًا الْمُتَرْوِهَا وَكَانَ اللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرًا - وَفِي الْحَدِيثِ نَصْرَتْ بِالصِّيَا  
وَاهْلَكَتْ عَادَ بِالْزَلْبُوسِ -

اس آیت میں غرداہ احزاب کی فتح و نصرت کا ذکر ہے

(۲۰) قُلْ لِلنَّاسِ إِنَّمَا تَنْهَاكُمْ عَنِ الْمُحَاجَةِ أَنْ يَأْتُوا بِمِثْلِ مَا نَهَيْتُنَّكُمْ عَنْهُ  
وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِيَعْضُ ظَهِيرًا - (سورة بني اسرائیل)  
اس آیت میں قرآن کریم کے متعلق پیشیں کوئی ہے کہ قیامت تک کوئی اس کی مثل نہیں لائی جائے

## معجزات نبوی پر مخالفین کے اعتراضات

اور

### آن کے بجا بات

اب ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چند مشہور معجزات کا ذکر کرتے ہیں جو قطبی دلائل سے

ثابت ہیں اور ان کا اتنا ایمانات میں داخل ہے اور اس کے ساتھ ساتھ ملاصدہ کے خبراء اور اعتراضات اور اہل حق کے بوابات بھی ذکر کریں گے تاکہ لشکنگان ہدایت کیلئے آجیات کا کام دیں۔

## محجزہ معراج

### حضرت فہیم کے اعتراضات اور انکے جوابات

واقعہ معراج پر اعتراض کرنے والوں کے دو گروہ ہیں، ایک گروہ تو وہ ہے کہ ہونڈبپ اسلام کا حلقة بُوش بھی نہیں اور نہ اخضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت کا قائل ہے۔ دوسرا گروہ وہ ہے کہ ہو اپنے آپ کو اسلام کا حلقة بُوش کہتا ہے مگر واقعات معراج میں تاویلات سے کام لیتا ہے اور اپنے زخم میں واقعہ معراج کو عقل کے سانچے میں ڈھلنے کی کوش کرتا ہے کبھی کہتا ہے کہ واقعہ معراج حقیقی ایک خواب تھا کبھی کہتا ہے کہ وہ روحانی تھا جہاں نہ تھا اور کوئی مول عبارتیں لکھتا ہے اور مختلف اقوال نقل کر کے ناظرین کو تک میں ڈال دیتا ہے اور خود عظیم ہو جاتا ہے یہ منافقانہ چالاکی اور عبارتی ہے اور لاؤ ہم یہ گروہ کے شہادت نقل کر کے اُنکے بوابات ہدیہ ناظرین کرتے ہیں۔

### پہلا فہرست

آسمان کا کتنی درجودی نہیں وہ مخصوص ایک مدعی کا نام ہے تو پھر آسمان پر جانیکے کیا معنی

### جواب

آسمان کے وجود کا مسئلہ ایک سلسلہ مسئلہ ہے جو تمام انبیاء کرام کی شریعتوں میں مسلم رہا اور ہزار ہا سال سے تمام حکماء اور فلاسفہ آسمان کے وجود کو تسلیم کرتے چلے آئے کہ آسمان ایک موجود اور حتمی ہے کسی سفت یا حد نگاہ کا نام نہیں زمانہ حال کے فلاسفہ اور صائیوندان آسمان کے وجود کے منکر ہیں لیکن اس الفکار کی وجہ ان کے پاس سوئے اس کے کچھ نہیں کہ آسمان

اُن کو نظر نہیں آتا۔ الگ ہے تو ہم کو ضرور فنا آنا چاہیئے اور الراہکھوں سے نظر نہ آئے تو دُدھیں دغیرہ آلات کے ذریعہ نظر آئے۔

اہل نظر بھی ممکن ہیں۔ کہ کسی چیز کا مکمل یا آلات مدت نظر نہ آتا یہ اُس کے معدوم ہونے کی دلیل نہیں ہو سکتا۔ اب بھی ہزار ۱۰ لشیاڑیں یا سمندر کی تہہ میں پوشیدہ ہیں کہ جو کسی طرح نظر نہیں آتیں اُن سب کا انکار کر دینا چاہیئے۔

نیز الگ کسی روشن چراغ پر شیشہ کا صاف و شفاف گلوب رکھ دیا جائے تو دُور سے صرف ہوا غیر نظر آئے گا۔ اور وہ گلوب نظر نہ آئے کا حالانکہ وہ موجود ہنسی ہے معدوم ہوا کہ کسی چیز کا نظر نہ آئیں کے نہ ہونے کی دلیل نہیں ہو سکتا۔ ممکن ہے کہ کوئی چیز حد نگاہ سے اتنی دور ہو کہ دہائی تک انسان کی نقدرتی اسکے بیرون سے اور نہ کسی آنہ کے ذریعہ اُس کی نگاہ دہائی تک ہوئی کے لیے چیز نظر نہیں آتی۔ یہی طرح اسماں نگاہ سے دُور ہی ہے اور کوئی آنکھ اور کوئی دُوزیں دہائی تک کام نہیں دے سکتی۔ زمین سے لاہوں میں دُور ہے۔

نیز اسماں اگرچہ صاف و شفاف سے مگر چاند اور سورج کی طرح روشن نہیں جو لاکھوں میل پر سے باوجود دُور ہونے کے بھی نظر نہ آئے معلوم ہوا کہ نظر نہ آتا معدوم ہونے کی دلیل نہیں۔ نیز یہ قول فلاسفہ کے نزدیک مختلف فیہ ہے سوائے عدد دے چند کے تمام حکماء اور فلاسفہ اس کے قائل ہیں کہ اسماں ایک مجسم شستہ ہے لیس الیس و اہمیاتی ثہرات کی بناء پر الہامی تصریحات۔ اور جگہ اور فلاسفہ کی اتفاقی تحقیقات اور مسلمات کو اپس پشت ڈال دنیا خلاف عقل ہے

## دوسرہ شبہ

یہ ہے کہ الراہمن ہے تو اس میں خرق والیاں ممکن نہیں۔

## جواب

یہ ہے کہ اسماں میں خرق والیاں کے محال ہونے پر کوئی دلیل نہیں۔ فلاسفہ کے محسن قیاسات اور وہی مقدمات ہیں۔ باقی بوجو خدا اپنی قدرت سے بے شمار اجزاء کو جوڑ کر اتنا بڑا جسم

دہمان، بنا سکن ہے وہ اپنی قدرت سے اس کو تو پھوڑھی سکتا ہے۔ جوڑنا اور توڑنا اور پھوڑنا اس کی قدرت کے اختیار سے سب برازیں۔ رامستد خرق والتیام کا آسمان کا پھٹنا اور رجڑنا محال ہے۔ سویر تمام انسانی شریعتوں کے نزدیک باطل ہے۔ یہود اور نصاریٰ سب اس کے بواز پر مستحق ہیں۔

اور حضرت ایلیاء اور حضرت عیسیٰ کا آسمان پر جانا تمام یہود اور نصاریٰ کے نزدیک سلم ہے اگر پادری لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج کا اس لئے انکار کرتے ہیں کہ وہ عقلناخل سمجھے تو ان کو پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت ایلیاء علیہ السلام کے رفع الی السماء کا انکار کر دینا چاہیئے۔ اور عقللاً اس لئے محال نہیں کہ تج تک حکماء نسا در اسطوا اور اس کے متبوعین نے کافی قطعی دلیل آسمان کے خرق والتیام کے محال ہونے پر قائم نہیں کی حملائے جس قدر بھی دلائل اس بارہ میں ذکر کئے ہیں وہ سب کے سب تہایات مخدوش ہیں۔

البتہ حکماء فرنگ کے متبوعین ان عیسائی مذہب والوں کو کہ جو علم ہمیتیں میں فیاغورس کے نظام کے قائل ہیں ان کو مشکل ہو گا۔ اس لئے کہ ان کے نزدیک سرے سے آسمان ہی کا وجود نہیں تو ان کو چاہیئے کہ واقعہ معراج کے انکار سے پہلے حضرت ایلیاء اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے عزوج الی السماء کا انکار کریں۔ نصاریٰ کے نزدیک جس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کیلئے آسمانوں کا خرق والتیام ممکن ہے اسی طرح محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے بھی ممکن ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان پر جانا یہ بھی معراج ہی لھا اور اگر واقعہ معراج کا اس لئے انکار کرتے ہیں کہ وہ مستعد اور خلاف عادت ہے تو کنواری کے پیٹ سے پی شوہر حاملہ ہونا اور پھر کچھ پیدا ہونا اس سے زیادہ بعید ہے یعنی اگر مظلوم امر بعید کا ذبب ہوتا ہے تو تمہارے قاعدہ کے مطابق یہ واقعہ بد بہاری کا ذبب ہونا چاہیئے۔ (ماخوذانہ ازالۃ الشکوک ص ۲۵)

## تیسرا شبہ

ایک جسم عنصری کا باوجود ثقیل ہونے کے سروجر سرعت کے ساتھ پر فائز کرنا کہ آسمان ہے

پہلا جائے اور پھر والی سے لوٹ آئے یہ کیسے ممکن ہے۔

## جواب پیدا ہے

کشفاً، سرعت کی کوئی حد مقرر نہیں آج تک کی صنعتی ترقی نے اس شبہ کو لاشتی بنا دیا ہے۔ ہوائی جہازوں کی رفتار و ان بدن بڑھتی جا رہی ہے معلوم نہیں کہ کس حد تک ہنچکی بندہ کو اپنی قدرت کی بھی پرواز معلوم نہیں میگر خداوند قادر کی قدرت کے متعلق قسم قسم کے شوک اور شہادات مسکوا تھے ہیں۔ یہ فاعلہ عقیلہ ہے کہ حب و چیزیں مل جائیں تو حکم غالیہ اور قوی کا ہوتا ہے مگر کثیف ہے اور اس کے اندر بوجخار اور بجاپ ہے وہ لطیف ہے مگر یہ لطیف اپنی لطافت کی وجہ سے اتنا فرمی ہے کہ اس کثیف کو بلا مشقت۔ نہایت سہولت کے ساتھ کھینچ کر لے جاتا ہے، اسی طرح قیاس کیجیئے کہ اگر بُنیٰ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی روح پر فتوح آپ کی جیانیت پر غالب آ جائے تو اب جسد اطہر، طیران اور پرواز میں روح کے تابع ہو جائے گا۔ اور عالم ملکوت کی سیر اُس کے لئے قابل تھجب نہ رہیگی ہے

تن او کہ صافی ترازمان ہا است۔ بیک لخطہ گر آمد و شد رواست  
غلیظہ روح سے ہوتی میں لطافت آئی، اڈگیا عرش سے بھی فوق یہ رفتہ پائی  
اور ملائکہ اور جنات کی آمد و رفت اور حضرت آدم کا ہبود اور حضرت علیہ کارفع اور نذر دل قبر  
اور حدیث سے ثابت ہے۔

## پھوٹھا شبہ

یہ ہے کہ آسمان اور زمین کے درمیان گرم اور سرد طبقات ہونے کی وجہ سے یعنی کرۂ نار اور کرۂ ہوا ہوتے کی وجہ سے ایک ذمی روح کا صحیح و سالم آسمان پر ہنچنا حال ہے، اس لئے کہ آسمان کے نیچے ایک کرۂ نار ہے جس میں سے ایک زندہ کا بغیر جلے ہوئے صحیح سالم گذرا حال ہے اور آسمان اور زمین کے درمیان ایک کرۂ ہوا ہے اس میں سے غایت بر دوت کی وجہ سے گذرا ممکن نہیں اور پھر کرۂ ہونے کے بعد بغیر حساس یئے زندہ رہنا ممکن نہیں۔

# بجواب

یہ ہے کہ طبقہ ناریہ کے وجود کے قابل سواتے ہمایوں ان کے اور کوئی نہیں بعض فلاسفہ اسلام کی رائے ہے کہ فلک دن رات گردش میں ہے اس سلسلہ گردش سے ایک قسم کی حرارت پیدا ہو جاتی ہے جس کو پونا نیمول نے کرو ناریہ سمجھ لیا اور نہ فی الحقيقة کوئی کہہ نا رہیں اور اگر ماں بھی یہجاں کہ کرو ناریہ کوئی شئی ہے تو اشیاء کے خواص اور آثار خداوند کرو گوار کے ہاتھ میں ہیں جس خاصیت کو چاہیں اس کو جدا کر سکتے ہیں۔ آگ میں دو خاصیتیں ہیں ایک جلانا و دسری ردش نہ کرنا۔ پس ممکن ہے کہ حق تعالیٰ کسی وقت آگ سے جلانے کی خاصیت سلب کر لیں اور فقط ردشی باقی رہنے دیں جیسے جاپانی بھول بھڑی یا دسری آتش یا زیوال کہ اُن میں آگ ردش میں مٹکا صلاکسی چینز کو جلاتی نہیں پس کیا خداوند ذوالجلال کیتئے یہ ممکن نہیں کہ اپنے کسی برگزیدہ بندے کیلئے آگ کی صفت احراق کو سلب کر لے اس کو تھوڑی درپر کیتئے برو اور سلام بندے اور آگ میں فقط ردشی کی صفت باقی رکھے۔

باد و غاک آپ آتش بندہ اند، با من تو مردہ با حق زندہ اند

۲۔ نیز آج محل ایجادات میں ایک ذرہ ایجاد پوئی ہے کہ جس کے پہن لینے سے گولی اور نہیں کرتی پس کیا خدا تعالیٰ کو یہ قدرت نہیں کہ اپنے نبی کو کوئی ایسا بآس پہنادے جس کی وجہ سے آگ کے اثر سے محفوظ رہیں۔

۳۔ خدا کی قدرت سے سمندر کیر آگ میں پیدا ہوتا ہے مگر مدتانہیں بلکہ آگ اسکے لئے آب حیات ہوتی ہے وہ آگ میں جلتا اور مرناتا نہیں بلکہ آگ سے جدا ہونا اس کے لئے موت ہے۔

۴۔ سرکاری باغوں میں ایسے پودے بھی ہوتے ہیں کہاں میں بھائے پانی دینے کے اُن کے نیچے آگ ردش کی جاتی ہے اور وہ آگ کی گرمی سے سر بزبرد ہتھے ہیں اگر ذرا آگ کی حرارت کم ہو جائے تو وہ خشک ہو جاتے ہیں۔

۵۔ معدہ میں ایک ناری مادہ موجود ہے کہ جو تمام فذا کو پکا دالتا ہے مگر معدہ کو نہیں جلانا۔

معلوم ہوا کہ آگ کسی کو جلاتی ہے اور کسی کو جلاتی ہے اور اُس کی حیات کا ذریعہ ہوتی ہے اور یہ سب کحمد اللہ تعالیٰ کے الادا و مشیت سے ہوا ہے اور دنیا اس کا مشاہدہ کر رہی ہے پس اگر نہدا و نز قدر یہ آگ کو تقویٰ دیں کہیا اپنے کسی برگزیدہ بندہ کے جسم اطہر کی حفاظت کا ذریعہ بنلوے تو کیوں حال سمجھتے ہو۔

آج کل یورپ کے بعض سائنس دان یہ کہہ رہے ہیں کہ سورج میں ایک مخلوق آباد ہے میکرو نوزیریہ نامی نہیں ہوا کہ وہ مخلوق کس عنصر سے پیدا ہوئی ہے۔

پس بب نہاد کی تدبیر سے ایک ایسے کرم اور رشون کرہ (یعنی آفتاب) میں مخلوق زندہ رہ سکتی ہے تو کیا خداوند قدیر اپنے کسی برگزیدہ بندہ کو کہہ تاہم سے صحیح و سالم گزار کرنہیں لے جاسکتا۔ رہایہ امر کر کرہ ہوا میں بغیر سالس لئے زندہ رہنا ممکن نہیں۔ یہ بھی صحیح نہیں بچہ ماں کے پیٹ میں بغیر سالس کے نہیں زندہ رہتا ہے اور بہت سے غواتص (غوطہ زن) دریا میں غوطہ لگاتے ہیں اور گھنٹوں پانی میں رہتے ہیں اور ظاہر ہے پانی میں سالس نہیں لے سکتا۔

## دوسری گروہ

یہ کتاب سلسلہ واقعہ معارج جسمانی اور بجالت بیداری نہ تھا بلکہ ایک روحانی اور منامی چیز تھی۔ آپ بجالت بیداری اس جسم عنصری کے ساتھ آسمان پر شرف نہیں بلکہ عالم ملکوت کا سیریہ تمام تر حضور کا ایک خواب تھا۔

## جواب

یہ کہ اگر یہ واقعہ تمام تر خواب تھا۔ تو مشکلین کہ نے حضور پر نور کا ملاق کیوں ڈالیا اور آپ کے ساتھ سخن کیوں کیا۔ اور آپ سے بیت المقدس کی نشانیاں کیوں دریافت کیں۔

نیز لگری واقعہ خواب تعالیٰ پرنس کو حضور کے خاص الخاص معجزات میں کیسے شمار کیا گیا خواہ میں تو بوجہل اور ابو لمب بھی بیت المقدس جا کر آسکتا ہے

# مِعْجَزَةُ شَقِّ الْفَمِ

اقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَالنَّشْقُ الْفَمِ وَانْبَرَأَ آيَةٌ يَعْرِضُونَا وَلَقَوْنَا سَحْرَ مُسْتَمٍ :-

یعنی قیامت فربت آئینی اور چنانچہ ہوتی گی اور ان کافروں کی عادت یہ ہے کہ اگر کوئی نبوت کی نشانی اور معجزہ دیکھتے ہیں تو اس سے اعلان کرتے ہیں اور بات ملانے کیلئے یہ کہہ دیتے ہیں کہ یہ جادو ہے کہ جو براہ راست چلا آتا ہے۔

بعاننا پھر ہمیشہ کا النشق مااضی کا سیغد ہے اس کو اپنے ہمیں معنی پہنچنا پھر ہمیشہ اس کو قرار دیتا متعدد دبوہ سے خطاہ ہے۔

## وَجْهٌ اول

بعض قرأت میں قد النشق الْفَمُ کلمہ قد کیسا تھا آرہا ہے اور لہمہ قد جب ااضنی پر غسل ہوتا ہے تو اس کو نصا اور قطعاً معنی میں ااضنی کر دیتے ہے اور یہ ضروری ہے کہ دونوں قرأتیں ہم معنی ہوں۔ یہ جائز نہیں کہ ایک دوسری قرأت کے مقابلہ ہو۔

## وَجْهٌ دُومٌ

نیز دوسری آیت وان یروآیۃٌ یعْرِضُونَا وَلَقَوْنَا سَحْرَ مُسْتَمٍ یعنی اس کا فرض ہے کہ کفار کے یہ تکذیب اور اس کو سحر تبدلنا حضور کی زندگی کا واقعہ ہے جسراں انبیاء کے عجز کو دیکھ کر کافروں نے اس کو سحر تبدلیا ہے قیامت کے وقت جن خوارق کا خبر ہوں گا ذکر نہ کافر اُن کی تکذیب کر سکے گا اور نہ اُن کو سحر تبدل سکے گا۔

## وَجْهٌ سُومٌ

کہ تمام مفسرین کا اس پر اجماع ہے کہ النشق یعنی مااضی ہے اور النشق قرق و انفع ہو چکا ہے قاضی عیاض شفاء میں لکھتے ہیں۔ قال اللہ تعالیٰ اقتربتِ الساعَةُ وَالنَّشْقُ الْفَمُ وَانْبَرَأَ آیَةٌ یعْرِضُونَا وَلَقَوْنَا سَحْرَ مُسْتَمٍ أخْبَرَ اللَّهُ بِوْفُوعٍ النَّسْقَاقَةَ بِلِفْظِ الْمَااضِيِّ وَالْعَلَاضِ

الكفرة عن آياته واجمع المفسرون واهل السنة على وقوعه او بعض نے جو انشق کو مستقبل کے معنی میں لیا ہے وہ قول صحیح نہیں۔ اب شدت والجماعت کے اجماع کے خلاف ہے۔ حضرات مفسرین محسن بطور حکایت کبھی کبھی کسی ضعیف اور مزدود قول کو بھی محسن اعلام لکھتے تھے لیکن جو اہل سنت کے اجماع اور الفاق میں خارق اور قاوم حنفیوں ہوتا۔

وَلَيْسَ كُلُّ حَلَافَةٍ جَاءَ مُعْتَبِراً، الْأَخْلَاقُ فَالْهُدْوَةُ مِنَ النَّظَرِ  
الحادي پندرہ صفحہ ۱۰۳  
الحادی پندرہ صفحہ ۱۰۴

کی تلاش میں رہتی ہے۔

### وجہہ چہارم

علاوه نص قرآنی کی احادیث صحیح متوارہ سے یہ ثابت ہے کہ انشاق قمر کا واحد عہد نبوت میں پیش آیا۔ اور بہت سے صحابہ نے اس کو روایت لیا۔ مسیبہ عبد اللہ بن مسعود اور جیہن بن مطعم و عبد اللہ بن عباس اور انس بن مالک اور حذیفة بن الیمان وغیرہم رضی اللہ عنہم۔ خلاصہ ان تمام روایات یہ ہے کہ یام نجع میں ایک رات کافر مجمع تھے اور اس نجفت مصلی شد علیہ وسلم ان کو تائین توہین فرم رہے تھے۔ انہوں نے اپس میں مشورہ کر کے پڑھے کیا کہ ساحر کا سحر فلکیات میں نہیں چلتا اس لئے تپ سے شن قمر کا سوال کرو۔ نجفت مصلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی انگشت شہادت سے چاند کی طرف اشارہ کیا۔ اس وقت چاند کے دلکڑے ہو گئے۔ ناظرین نے اس کو بینی آنکھوں سے نوب بھی طرح دیکھ لیا۔ آپ نے فرمایا کہ تم میں پر شاہد یعنی "واہ" رہو۔ اس کے بعد بھر و فول دلکڑے مل گئے۔ ایک یہودی جو اسرد مجمع میں حاضر تھا اور کفار کے مشورہ میں شریک تھا۔ وہ تو ایمان لے آیا۔ اور ابو جہل اور دیگر کفار نے کہا کہ اس نے سحر کیا ہے بلکہ اس کا سحر صالحہ جہاں پر تو چلے گا نہیں۔ اس نے ہم باہر سے تنسے والے مسافروں سے دریافت کر لی گئے، جب باہر کے مسافروں سے دریافت یا توانہوں نے بھی اقرار کیا۔ اس پر ان کافروں نے کہا۔

هذا سحر مستمر۔

### وجہہ پنجم

وقت قمر کا مسجد نام کفار میں مشہور تھا اور وہ اس کو حضور پروردہ کا سحر بتاتے تھے بعلوم بجا

کہ یہ واقعہ بوس کا وقوع ان کے زدیک ستم تھا۔ جب ہی تو، مس کو سحر بدلنے تھے۔ وہ دبجو  
چیز و قوع میں نہ آئی بوس کو سحر بدلنے کے کیا معنی معتبر نہیں اور منظہرین یہ کہتے ہیں رش قمر ہمیز  
تا ملکی اور بحال ہے۔ اس لئے کا جوام فلکیہ میں خرق اور المیام (پہنچنا، دُب جو جذبہ، تا ملکن اور محبہ) ہے  
نیز الگ جان پیٹ جاتا تو نیا میں عظیم نسلوب رونما ہوتا اور زمین تہ فیلا اس بیانی اور سمندروں میں  
تلطم اور مدوجزر پیدا ہو جاتا۔

## جواب یہ ہے

کہ قریم فلاسفہ آسمانی میں خرق والیاں کے محل ہونے کے دعویٰ ہیں۔ مگر اس امر کے  
کے عدم امکان گیئئے ان کے ثبہات اور وہی اور خیالی مقدماتیہ کوئی دلیل نہیں اور جان  
کے ماہرین فلکیات اس سرکی تصریح کرتے ہیں کہ تمام اجرام کثیف ہیں اور سب میں خرق والیاں  
ملکن ہے اور قہاب شاقب، نہیں اجرام علویہ میں سے ہے جس کا شکستہ ہوتا اور بھر  
بڑھانا روزمرہ مشاہدہ میں آتا ہے اور خدا تعالیٰ کی قدامت کے لحاظ سے زمین اور آسمان اجرام  
علویہ اور اجرام سفلیہ سب ایک ہی درجہ میں ہیں۔ قرآن تیرہ سوراں سے خبر دے رہا ہے  
کہ زمین اور آسمان دونوں پہلے متصل تھے بعد میں حق تعالیٰ نے دونوں کو جدا کر دیا۔  
ادْلِهِ الرَّذِينَ كَفَرُوا إِنَّ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا فَفَكَاهُمْ

کہ آسمان اور زمین پہلے دلکش یورستہ تھے پھر ہم نے ان دونوں کو جدا کر دیا۔

اعوالیٰ ماہیں نے بھی، مس کو تسلیم لیا ہے کہ ابتداءً آسمان اور زمین پاہم متصل تھے، بعد  
میں جدا بھرا کر دیئے گئے۔

## مُجْزَأَ رَدِّ مُسْ

معجزہ شش قمر کا طرح مججزہ ردِّ مس کو سمجھو کر حضور پُر نزکی دعا سے آفتاب کو تھوڑی بیہ  
کیتے دیا دیا گیا تاکہ حضرت علی نماز عصر ادا کر سکیں۔

رہشنس کا واقعہ یعنی قمر کے واقعہ سے زیادہ عجیب نہیں۔ اس کے تسلیم کرنے کے بعد رہشنس کے تسلیم کرنے میں کوئی دشواری نہیں۔ رہشنس میں صرف حرکت میں تغیرے ہے جو فقط ایک حالت میں تغیرے سے ذات میں کوئی تغیرہ نہیں اور یعنی قمر میں ذات اور راجھانوں میں تغیرے ہے اور حق تعالیٰ کی قدرت کے لحاظ سے ذات اور صفت میں تغیر سب یکساں ہے۔

## اشیات رسالت محمد یہ

### علیٰ صاحبہا الف الف صلوات والفق تحيۃ

خداوند والجلال کی حکومت اور اس کا حکم الحاکمین ہونا سب کو سلم ہے اور حب اس کا خدا اور عیواد اور حاکم مطلق ہوتا ہے تو بندول پر اسکی طاعت بھی لازم ہوگی اسلئے کہ طاعت حکومت کے لازم ہیں ہے اور خداوند والجلال کی طاعت کیسے لازم نہ ہو خصوصاً جب کہ تمام اسباب طاعت کے اس کی ذات با برکات میں جمع ہیں۔

(۱) درستی ہما داخالق اور موجود ہے اسی نے ہم کو وجود عطا کیا ہے اسی کے لامدد میں ہمارے وجود کی بناگ ہے تمام کائنات کا وجود اسی کا عطیہ اور بُود ہے

(۲) وجود کی طرح - تمام عالم کا فرع اور ضرر سب خداوند عالم کے قبضہ قدرت میں ہے دھوپ الگچہ زمین متصل ہے مگر دھوپ جس قدر آفات کے قبضہ قدرت میں ہے اس قدر زمین کے قبضہ قدرت میں نہیں اسی طرح مخلوقات کا وجود اور اس کے کمالات الگچہ مخلوق سے متصل ہیں مگر جس قدر خدا تعالیٰ کے قبضہ قدرت میں ہیں اسقدر مخلوقات کے قبضہ قدرت میں نہیں۔

(۳) اور علاوه فتح اور ضرار کے ہر قسم کا کمال اور ہر نوع کا حسن و جمال اس کی ذات باز کا میں موجود ہے اور اس کے سوا جس کسی میں کوئی بھلائی یا خبر و خوبی یا فضل و کمال یا حسن و جمال ہے تو اسی کے کمال اور حسن و جمال کا ایک ادنیٰ پرتوہ ہے معلوم ہوا کہ محیوب اصلی اور مطلوب واقعی اصل میں دیکی تو راسموات دلارضی ہے اور محبوبیت اور مطلوبیت اصل میں اکمل کر لئے ہے اور اس کے سوا جو کوئی محبوب اور مطلوب ہے تو اس میں اسکی کی شان

محبوبی کا کوئی پرتوہ اور عکس ہے۔

جب یہ بات ذہن لشین ہو گئی کہ مدار کار اطاعت فقط انہیں تین باتوں پر ہے۔ خالقیت بود اور مالکیت نفع و ضرر اور جمال محبوبیت۔ غلام اپنے آقا کی اطاعت اس لئے کرتا ہے کہ وہ اس کا ملک ہے۔ دعیت۔ اپنے بادشاہ کی اطاعت۔ بامید نفع یا نذریشہ ضرر کرتی ہے۔ اور عاقق اپنے محبوبی کی تباقضہ مجتہ۔ اطاعت کرتا ہے اور جب یہ تینوں باتیں خدا ہی میں چل ہوئیں تو ہر قسم کی اطاعت بھی خدا ہی کیلئے ہوئی چاہئے۔

## اطاعت کی حقیقت

جب یہ ثابت ہو گیا کہ اصل میں ہر طرح سے خداوند عالم ہی واجب الاطاعت ہے۔ تاب یہ سمجھئے کہ اطاعت اور فرمانبرداری اور تابعہ اس کی کہتے ہیں۔ اور اس کی کیا حقیقت ہے دوسرے کی رضا اور رضی کے موافق کام کرنیکا ہام اطاعت ہے۔ غلاف رضی کام کرنے کا نام اطاعت اور فرمانبرداری نہیں بلکہ اس کا نام معصیت اور نافرمانی ہے۔ المحاصن اطاعت کیلئے توافق صبر و دوستی ہے۔ لیکن رضا اور عدم رضا کا حال یہ ہے کہ ہماری اور تمہاری رضا اور عدم رضا بھی بغیر بتلانے کے کسی کو معلوم نہیں ہو سکتی۔ تو خداوند عالم کی رضا اور عدم رضا بغیر اس کے بتلانے ہونے کیسے معلوم ہو سکیں، جسم انسانی سے بڑھ کر کوئی چیز ظاہر نہیں میگر اس پر بھی یہ حل ہے کہ اگر سینہ سے سیدہ بھی ملا دیں بلکہ دل کو پھر کر بھی سامنے رکھ دیں اور دکھلو دیں۔ تب بھی دل کی بات معلوم نہیں ہو سکتی اور خداوند عالم تو سب سے زیادہ لطیف ہے اس کے دل کی بات بلا اس کے بتلانے کیسے معلوم ہو سکے گی۔

غرض یہ کہ اطاعت بغیر اس کے ملکن نہیں کہ ہم کو پسندیدہ اور ناپسندیدہ باتوں کا عالم ہو۔ اور حق تعالیٰ کی نسبت یہ دریافت کرنا کہ وہ کون اموز سے خوش ہوتا ہے اور کون امور سے ناخوش ہے، ہر شخص کی تدبیت سے باہر ہے۔ لیونکل محسن عقل سے حق جل شادہ کی مرضیات اور نامریات کا دریافت کرنا ممکن نہیں اور الگریم نے اپنی دل اور شکری عقل سے ایک دو بات معلوم بھی کیا تو وہ کافی نہیں۔ اس ناقص اور ناتمام علم سے کیا کام چلتا ہے۔ دوسرے یہ کہ حق جل شادہ ہر بات ممکن

ہماری عقل کے پابند نہیں ہو سکتے کیا عجب ہے کہ شان بے نیازی کی بنابر کچھ اور حکم دیدیں معلوم ہوا کہ حق تعالیٰ اک، ملائعت بغیر اس کے ممکن نہیں کہ وہ خود اپنی رضاواد اور عدم رضاواد سے بندوں کو مطلع کرے۔

## احکام خداوندی کی اطلاع کا ذریعہ

حق جل شاد' کے پسندیدہ اور ناپسندیدہ باقتوں اور اس کے اور امر فوہی کی اطلاع کا ذریعہ اس کا کلام ہے کیونکہ حق تعالیٰ متكلّم اور قادر غلیم ہے اور اس کے متنکم ہونے کے معنی یہ ہیں، کہ بندوں میں سے اس بندہ کو جو اس کی بارگاہ میں حاضر تقریب رکھتا ہو، اس کو اپنی ہمکلامی اور مناجات سے سرفراز فرمائیں اور پھر وہ اشد کا کلام اور اس کے احکام کو لوگوں تک پھر جائے۔

بادشاہان دنیا اور محبوبیاں دارِ فتاویٰ کو ہم دیجئے ہیں کہ اس مجازی اور فافی مالکیت اور پرانتے

نام محبوبیت کی بندوپر کرس و ناکس سے ہم کلام نہیں ہوتے اور نہ ان کو مافی المفسر کی اطلاع و دستیے ہیں۔ پس خداوند و احوال کی شان عالیٰ کے یہ کب مناسب ہے۔ کہ وہ ہر کرس و ناکس کو کوئی حضوری اور ہم کلامی سے باریا ب فرمائے اور بغیر انبیاء و رسول کی توسط کے خود بخود بندوں کو مطلع کرے۔ پس جس طرح بادشاہوں کے حکام وزیر یا نائب اسلطنت کے توسط سے رعایا کے پاس ہوئے ہیں اسی طرح احکام المحاکیین کے احکام بندوں تک انہیں حضرات کے ذریعہ سے ہوئے گے جو اشد تعالیٰ کے خاص اغراض مقرب اور مخدہ ہوں گے۔ اہل اسلام انہیں مقرر ہیں خاص اور مخصوص یا اختصاص کی انبیاء اور رسول اور پیغمبر کہتے ہیں جن کو حق جل شاد اپنے خاص ہدایات اور اسلام دے کر میتوڑ فرماتا ہے کہ وہ اللہ کے احکام اور پیغام بندوں تک پھر جائیں اور پھر علیاً اور قریبہ دامن کے احکام کی منادی کرتے ہیں اور اشتہار دستیے ہیں

## نبی کی عللما

جب یہ معلوم ہو گیا کہ حضرات انبیاء کرم۔ حق جل شاد' کے مقرب خاص اور مخصوص اختصار

ہیں۔ اور اس کے خلیفہ اور نائب ہیں تو جس طرح سلطین دنیا کے تقریب اور اختصاص کے لئے خاص خاص صفات اور خاص خاص مکانات کا مغرب میں پائی جانا ضروری ہے تو خداوند عالم اور شہنشاہ اعظم کے تقریب کیلئے اس سے کہیں زائد صفات اور مکانات کا ہونا ضروری ہو گا سلطین دنیا با وہ سواد اس فانی اور مجازی حکومت کی اپنی مسند قرب پر ان لوگوں کو قدم رکھنے کی برگزیر گزینہ جات ہیں و بتے ہوئے عقل (۱۲) اور بحث (۱۳) اور بادشاہ اور اس کی حکومت کے دشمن ہوں تو خداوند شام کب اپنی وزارت اور خلافت کیلئے ایسے شخص کو منتخب کر سکتا ہے۔ کہ جوں کی عقلي قوتیں مکروہ ہوں اور ان کی اخلاقی حالت پست ہو اور ان کی وفاداری اور اعتماد شعاری مخدوش رہا مشکوک ہو۔

ہمی طرح نبوت کو سمجھئے کہ اس کا مدار نہیں کمالوں پر ہے بلکہ ایسے سب سے اول یہ ضروری ہے کہ دھکا عقل اور مکالِ خشم کے ساتھ موصوف ہوں۔ کیونکہ کلام خداوندی کے سردار اور غواص و سمجھنا اور اس کے حکام کے ذیقت اور باریک عدوں پر مطلع ہونا اور پھر دوسروں کو تھیک تھیک اُس کو سمجھانا بدل عقل سلیم اور فہم مستقیم کے مکن نہیں۔ علاوہ ایں کم فہمی اور بد فہمی خود ایک عیب ہے جس سے بارگاہ نبوت کا پاک اور منزہ ہوتا ضروری ہے دو میں کہ اخلاق حمیدہ بوعمال حسنة کی جڑ ہیں۔ بنی کی ذات میں فطری طور پر راست ہوں تاکہ جو کام بھی وہ کریں وہ قابل اقتداء ہو اور سو فعل بھی ان سے سرزد ہو وہ باعث پذیری ہو۔ اعمال کا وار و مدار اخلاق پر ہے۔ جیسے اخلاق اور ملکات ہوں گے اُسی کے مناسب افعال سرزد ہونے کے سمجھی سے بود و کرم ظہور میں آتی ہے اور سمجھیل سے اعراض اور سیلو تھی دعیٰ ہذا۔ سوم یہ کہ بنی کیلئے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ خداوند و الجلال کا سر اپا طاعت ہو اور اس کا خلاہر اور باطن حق تعالیٰ کا اس درجہ مطیع ہو کہ ذرہ برابر اس میں تافرمانی کی آنچائیں ہی نہ ہو۔ آئی کا نام عصمت ہے

بادشاہان دنیا بھی اسی کو اپنا مفتری اور ذریں اور سفیر بناتے ہیں کہ جو ان کا مطیع اور فرازرو ہو لیکن شاہان دنیا کبھی موافق اور مخالف اور مطیع اور عاصی اور مخلص اور مکار کے سمجھنے میں غلطی کرتے ہیں۔ اس لئے بعد میں اس کو وزارت سے معزول کر دیتے ہیں بلکہ خداوند علیم و خبیر

سب کا ظاہر و باطن آشکارا ہے اور ان کے علم میں غلطی کا امکان نہیں! اس لئے انبیاء و کرام منصیب نبوت سے کبھی معزول نہیں ہوتے اس لئے کہ حق تعالیٰ اسی شخص کو اپنا بھی اور مقرب بناتے ہیں کہ جس کو اپنے علم اُلیٰ سے یہ جانتے ہیں کہ یہ شخص ہمیشہ ہمیشہ ظاہر و باطن میں ہماہ ایسے اور فرماجودا رہے گا۔

## دلائل نبوت

عرض یہ کہ یہ قسم امور نبوت کا دار و مدار ہیں۔ (۱) عقل کامل (۲) اخلاق حمیدہ (۳) محنت کاملہ۔ اور چون تھی چیز شریعت سے جو نبی کو عطا کی جاتی ہے۔ شریعت۔ علم نبوت سے۔ اور پانچویں چیز جو حضرات انبیاء کرام کو عطا کی جاتی ہے۔ وہ معجزات ہیں جو میز لہ مسند اور دستاویز کے ہوتے ہیں اور دعویٰ کے نبوت کیلئے دلیل اور برهان ہوتے ہیں۔ اسی وجہ سے قرآن کریم نے جایجاً معجزات کو آیات بینات اور حجۃ اور برهان کے الفاظ سے تعبیر کیا ہے۔ معجزہ اُس خارق عادت امر کو کہتے ہیں کہ جو بلا سبب ظاہری مدعی نبوت کے ہاتھ پر حضن من جانب اللہ ظاہر ہو اور مخالفت اُس کا مثل لانے سے عاجز اور درماندہ ہو۔ معجزہ بنی کافل نہیں ہوتا بلکہ حضن اشد کا فعل ہوتا ہے جو نبی کے ہاتھ پر ظہور پذیر ہوتا ہے۔ معجزہ کو دیکھتے ہی بنی اُکی صداقت اور سچائی کا ایسا یقین ہوتا ہے کہ نفس کو انکار کی طاقت اور مجال نہیں دہلتی، معجزہ اللہ تعالیٰ کی قدرت اور قدر کا ایک نمونہ ہوتا ہے جس کے خلیہ اور رعیت کے سامنے کسی کا پاؤں نہیں ہوتا اور اغتیاب کی پاؤں ہاتھ سے چھوٹ جاتی ہے اور نزاع اور بجدال کے تمام راستے بند ہو جاتے ہیں اور دیکھنے والا بالبدها ہمت یہ سمجھ جانا ہے کہ یہ شخص مُؤيد من اللہ ہے۔ پس اگر کوئی بدنصیب معجزہ دیکھنے کے بعد بھی اپنے کفر پر چمار ہے تو یہ اس کا کھلا ہوا عناد اور سُد دھرمی ہے اور اس کے اُلیٰ بدنصیب ہونے کی علامت

## آدم بس مر طلب

بیوتو و رسالت کے اس معیار کو سمجھنے لئے کے بعد آنحضرت پیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت کا ثبوت نہایت آسان ہو جاتا ہے۔ اب سب سے پہلے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عقل کامل پر غور کرنا پاہلی (۱) ویکھا تو سب سے اول اور افضل اور اکمل پایا۔ عقل اور فہم میں اولیت اور افضلیت کی اس سے بڑھ کر اور کیا ویلے تو ان کے آپ نبادت خود اُتمی تھے یعنی ان پر ہبھے کسی سے ایک حرفا نہ پڑھا اور نہ سیکھا اور جس ملک میں پیدا ہوئے اور جہاں ہوش منبعھالا اور عمر نزاری وہ میکاخت علوم سے خالی تھا نہ علوم دینی کا پتہ تھا نہ علوم دنیوی کا نشان نہ کوئی آسمانی کتاب نہ کوئی زینی پورا ملک جہالتوں میں غرق تھا اول سے سخنگوں کہیں علم کا نام و نشان نہ تھا ایسے ملک میں ایک اُتمی شخص ظاہر ہوا۔ اور اس نے اُن پرالیسا کامل دن اور الیسا آیین اور الیسا لا جواب کتاب اور الیسا ہدایات بیانات پیش کیں جس نے عرب کے جاہلوں کو چند ہی روز میں عالم الہیات اور عالم عبادات اور عالم خلاق اور عالم معاملات اور عالم معاش اور عالم معادیں رشک اسٹرو افلاطون بنادیا اور وہی اذمک چنانے والے جاہل علم و تہذیب میں رشک حکماء عالم میں گئے اور سلسلہ علم و حکمت کا چڑھا جس میں ہزاروں غزالی اور رازی جیسے پیدا ہوئے اور قسم قسم کے علوم ایجاد کئے اور طویل طویل کتنا بیں تصنیف کیں جو ان کے کمال علمی پر شاہزاد عادل ہیں۔ پس جس قوم کے فیض یافتہ اور تربیت یافتہ افراد کا یہ حال ہے تو ان کے استاد اول اور حلم اول کا کیا حال ہو گا۔ شاگردوں کا کمال استاد کے کمال کی دلیل ہے۔ اور صحابہ کرام اور تابعین سے قسم قسم کے کمالات کا ظہور اس کی دلیل ہے کہ یہ تمام کمالات اسی اجمال کی تفصیل ہیں۔ کہ جو علوم و معارف ذات محمدی میں منظوی تھے پھر یہ کہ آپ نے سینکڑوں پیشین گوئیاں کیں جو اپنے وقت پر ہو جو پوری ہوئیں۔ ایک اُتمی شخص کا اس قسم کی جسی دینا یہ اس امر کی صریح دلیل ہے کہ حضور پروردگار کا خدا نے عالم القیوب سے خاص تعلق ہے اسی کی تعلیم اور تلقین سے حضور کو ان چیزوں کا علم ہوا۔ اور اخلاق کی یہ کیفیت تھی

کہ آپ دکھیں کے باو شاہ تھے اور شہزاد شاہ نزادے اور نداہمیر اور نہامیر زادے اور نہ کوئی دلت  
دشمن آپ کے ہاتھ میں تھی ایسے فلاں اور غربت میں ملک عرب کے گردن کشون کو ایسا سخر  
کیا کہ جہاں آپ کا پیٹھیہ کرے وہاں اپنا خون بہانے کو نیا رہوں بھر بھی نہیں کہ ایک ورد دز  
کا دلوں تھا ایسا اور نکل گیا۔ ساری عمر اسی کیفیت میں گذاری۔ یہاں تک کہ انہی گردن کشون نے  
آپ کے ساتھ ہجرت کی، لھر چھوڑا باہر چھوڑا، من و فرزند چھوڑے، مال و دولت چھوڑا، آپ  
گی محبت میں سب پر خاک ڈالی اور آپ کیلئے ساری دنیا سے آمادہ جگ و پیکاڑ ہو گئے کسی کو آپ  
ماں اوسی کے ہاتھ سے آپ مارے گئے۔ یہ تیخرا خلاق نہ تھی تو اور کیا تھی۔ کیا یہ زندگ آپ نے بننے  
زد حاصل کیا یا بزرگ شمشیر حاصل کیا، ایسے اخلاق کوئی بتائے تو سہی۔ کہ کہاں تھے اور کس میں  
تھے اور کب تھے۔

اور عصمت اور قیامت کی یہ کیفیت تھی کہ شب و روز عبادت میں گذرتا۔ لھریں دو دو ہر یہ  
تواند پڑھتا تھا سوئے پانی اور کھجور کے گزارا نہ تھا مگر ہم ایسے فقر و فاقہ نہ اور نہ زد اور شب  
بیداری اور امانت کی تعلیم و تلقین اور تزکیہ اور تربیت میں ذرہ بڑا بھی کی نہ تھی آپ کا درع اور تقویٰ  
اوہ آپ کی امانت اور دیانت آپ کے ڈھنول میں ضرب المثل تھا۔

اوہ پوئی بات یہ ہے کہ آپ نے بودین اور شریعت و نیا کے سامنے پیش کی وہ ایسی کامل اور  
مکمل اور معمول اور مدلل ہے کہ جس کو دیکھ کر دنیا سیخیان ہے آپ نے بودین شریعت اور جو لا جو  
کتاب دنیا کے سامنے پیش کی وہ عبادات اور معاملات اور اخلاق اور تہذیں اور حکمرانی اور جہانیانی  
کے اصول اور قواعد کو ایسی جامع اور حادی ہے کہ آن دنیل کے پڑے پڑے حکماء اور مقتدین عتران  
اوہ حدیث جیسے قوانین اور آئین دنیل کے سامنے پیش نہیں کر سکے معلوم ہوا کہ یہ انسانی طاقت  
کا ساختہ ہو پرداختہ نہ تھا بلکہ وحی آسمانی اور تعلم رب انبیت تھی

## امیر حسین

اور پانچیں بیجنز برو ہٹپور پر فد کو عطا کی گئی۔ دہ مجرمات ظاہرہ اور آیات باہرہ ہیں جو

روایات صحیحہ اور معتبرہ اور شہر و متوالہ سے ثابت ہیں یہ مجررات آپ کی نبوت و رسالت کے دلائل اور براہین ہیں۔ ہر ایک بُنیٰ کو ہو مجررات دیتے گئے وہ ایک خبیس یا و جنس کے ماتھ خاص نفع اور حضور کے مجررات ہبڑیں اور ہر نوع سے تھے اور اتنے کثیر تھے کہ اول العزم اور شہود پیغمبروں کے جس قدر بھی مجررات بیان کئے گئے ہیں ان کی مجموعی تعداد سے تنہا سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مجررات کی تعداد اور زیادہ ہے۔

اور یہ طرح وہ تمام کمالات بتوہام انسیاء سابقین کے ذوات مقدسرہ میں پائے جاتے تھے وہ تمام کمالات حضور کی ذات میں صحیح تھے۔ اسی طرح مجررات کی وہ تمام نوع و اقسام جوانبیدہ سابقین کو دی گئیں حضور پُر نوہ کے مجررات میں سب سچھ تھیں  
۶ - آنچہ خوبیں ہمہ وارند تو تنہا داری

## اثبات رسالت محمدیہ علی صلحہما الفَ حَكَمَةُ الْفَتْحِيَّةِ

### بطرق دیکھ

آپ کی رسالت وسی وجہ سے ثابت ہے (پہلی وجہ) یہ ہے کہ آپ نے بہت سی پیشین گوئیاں کی ہیں کہ جو حرف بحرف پوری ہوئیں۔ صد ہاتھ پوری ہو گئیں اور بعض بہتری نامہ کے متعلق ہیں وہ پوری ہوتی جاتی ہیں بعض پیشین گوئیاں قرآن کریم میں تذکرہ ہیں اور بعض احادیث صحیحہ میں۔

### دوسری وجہ

حضور پُر نوہ سے سدا بلکہ بہتر رام مجرمات صادر و ظاہر ہوئے اور جس طرح یہودا و لصائے کے نزدیک حضرت موسیٰ اور حضرت علیسیٰ کی مجرمات سے بیوت ثابت ہوئی اسی طرح مجرمات سے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوت ہوئی۔

### تلخیصی دوچھہ

یہ کہ پیغمبرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم و تربیت سے ایک بجالی اور عجیبی قوم کو جو علوم حفظیہ و  
تفقیہ سے بالکل بے بہرہ تھی علم و حکمت میں اس کو چند روز میں لفڑک حکما، عالمین بنادیا اور  
سیاست و تدبیر میں فائض تبصر و کسری بنادیا جس کی کسی بڑے سے بڑے دشمن کو بھی بجالی  
نکار نہیں۔

### پوچھی وجہ

یہ ہے کہ اہل کتاب یا وجود اس کے کہ وہ اپنی کتب مقدسہ میں گٹ بڑے کے قائل تھے۔  
پھر مجھی اس میں بھی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کمی بشاراتیں اور صفتیں پاتے تھے اور ان کو دیکھے  
کہ حضور پُر نور پر ایمان لاتے تھے اور افراد کرتے تھے کہ یہ وہی بھی ہیں کہ جن کی حضرت  
مولیٰ و عیسیٰ نے بشارات دی تھی نصاریٰ نے انجیل بشار توں میں بہت کچھ تاویلیں کیں۔  
مگر انہیں بہنا باس اس وجہ صریح ہے کہ اس میں کسی طرح تاویل کی کوئی کنجانش نہیں ملتی۔

### پاپخواں وجہ

یہ ہے کہ حضور پُر نور بالکل امی تھے۔ نہ سی سے بچھا علم پڑھا اور نہ کسی عالم کی صحبت  
الہائی چالیس برس اسکی طرح گذر گئے کہ آپ نے نبوت کا دعویٰ کیا اور ایک لا جواب  
کتاب یعنی قرآن کریم دنیا کے سامنے پیش کی اور یہ کہا کہ یہ اللہ کا کلام ہے اگر تم کو اس کے  
کلام اپنی ہونے میں کچھ شکر ہے تو تم بھی اس کے مثل ایک سوت ہی بسلاو۔ مگر عالم کے  
ضحاک اور بلغاڑ اس کے مثل لانے سے ما جزا رہے اور اس کے ساتھ اپنے ارشادات  
اور مقولات اور کھات شیبہ کا ایک مجموعہ دنیا کے سامنے پیش کیا جس کو شریعت محمد پیر  
کے لفظ سے تعمیر کیا چاہا ہے۔ جو عقائد حق اور سیکھ اور اخلاق فاضلہ اور عبادات اور  
معاشرات اور مددلات اور سیاسیات ملکیات اور مدنیہ کا وہ عجیب و غریب ذخیرہ ہے،  
کہ دنیا کی تملک اور چند بیویوں میں اس کی گرد کو نہیں پہنچتیں۔

### چھپی سلطہ

یہ ہے کہ بہت سے حالات اور صفات حضور پُر نور کے بعد مبارک میں ابھی موجود تھے کہ  
اگلے سب کا ایک ڈاٹ میں مجمع تھا پایا جانا اس امر کی دلیل ہے کہ یہ ذات کاملۃ الصنات اور

فاضلة احادیث مارگاہ خداوندی میں تھا یہی مقرب اور مور دانطاف و عثایات ہے۔

(۱) مثلاً شہرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حسین مبارک کا سایر نزقا۔ رواہ الحکیم ترمذی عن ذکوان مرزا

در واہ ابن المبارک و ابن الجوزی عن ابن عباس موصول زرقانی شریت مو احباب چہ ۷۳ دخال من الكبریٰ ص ۱۰۶

(۲) اور یہ کہ آپ کے بدن مبارک پرکھی دلیلیتی تھی اور آپ کو مچھر نہیں کا ترا تھا۔ دخال من الكبریٰ ص ۱۰۶

وہ اور یہ کہ آپ کے پڑوں میں جوں نہیں پڑتی تھی۔

رہم، اور یہ کہ آپ مختار اور رفاقت بریدہ پیدا ہوئے۔ اخیر الطبرانی وابن سیم وغیرہ مخالف انصار چہ ۲۵

(۳) اور یہ کہ سوتے وقت آپ کا دل بیدار رہتا تھا اور سوٹے کی حالت میں وہی اور اک باقی رہتا

تھا کہ ہو بیداری کے وقت میں تھا۔ (رواہ البخاری مسلم)

(۴) آپ پیچھے سے ویسا ہی دیکھتے جیسا کہ آگے سے۔ (رواہ البخاری مسلم)

(۵) اور یہ کہ آپ کو کبھی احتلام نہیں ہوا۔ (کما، خیر الطبرانی عن ابن عباس دا حملہ بنی قطوانا

الاستاذ من الشیطان۔ دخال من الكبریٰ ص ۱۰۶)

(۶) اور یہ کہ آپ کا پیشاب یا پاخانہ جب زمین پر گرتا تو زمین اس کو نگل جاتی اور کسی نے زمین

پر آپ کا پیشاب اور پاخانہ نہیں دیکھا۔ اور اس جگہ سے مشک کی بوآتی تھی۔ (اس روایت کو

بیہقی اور دامقطنی اور حکیم ترمذی اور حاکم وغیرہم نے روایت کیا ہے۔ تفصیل کیتی تر قافی شریعت

مو اہب ۷۲ تا ص ۱۰۶ ملاحظہ کریں۔ نیز شرح شفاء للعلامة القارئی از چہ ۱۵۹ تا ص ۱۰۶ دیکھیں

(۷) اور یہ کہ آپ کو کبھی جہانی نہیں آئی دخال من الكبریٰ ص ۱۰۶ اور نہ آپ نے کبھی قہقہہ لگایا۔

### اندیقانی ص ۱۰۶ تا ص ۱۰۷

(۸) جب آپ کے مجمع میں ہوتے تو اگرچہ اس مجمع میں کتنے سی قدام اور موجود ہوں مگر حضور یہ فرمادیں

ہی سب خند زیادہ بلند فظر آتے۔ (دخال من الكبریٰ ص ۱۰۶) رفتار عشرہ کاملہ

ظاہر ہے کہ ابین ذات یا برکات میں یہ صفات خارقه موجود ہوں گی، دیکھنے والا

بالبداہست۔ اس امر کے یقین پر مجبور ہو کا۔ کہ یہ ذات ستودہ صفات خداوند دان طبع

کی پسندیدہ اور برگزیدہ ذات ہے۔ جس کو خدا تعالیٰ نے اس خاص شان حمدیت اور خاص صفت

پر پیدا کیا ہے۔ صورت اگرچہ پیشی سے ہے مگر فطرت اور مزاج اور طبیعت ملکی ہے مادر حدیث

بیں آیا ہے کہ نبیا کو کرم کے جسم مبارکہ کی پیدائش اہل جنت کے رفاح کی صفت پر ہوتی ہے

## ساتھوں وجہ

کہ آپ کا مستحباب الدعوات ہوتا ہے۔ جس شخص کی نسبت آپ نکی زیارت مبارک سے کوئی تکمہ و عایا بد دعا کا انکل کیا۔ وہ بالکل دیسیہی ہو کر رہا۔ جس میں ذرہ برابر فرقہ نہیں آیا۔ شمن جب کہ عجیب آپ کی زبان سے کوئی تکمہ بد دعا مسٹن لیتے تو تھراث تھے اور تین کر لیتے آیا۔ وہ شیخ جلال الدین سیوطی نے اس قسم کے معجزات کیلئے خصائص الکبریٰ کے آب ایسا ہی ہو کر رہے گا۔ شیخ جلال الدین سیوطی نے اس کے متعلق ایک مستقل باب لکھا ہے اس کو دیکھو پایا جائے۔

## آٹھوں وجہ

یہ ہے کہ بہت سے کائنات دیگر کو جنکلوں اور سیاپانوں سے الیسی آوازیں ستائی دیں یہ ایک بنی برحق میتوث ہوئے ہیں اُنہی کی متابعت میں بجات ہے۔

## نویں وجہ

یہ ہے کہ شجر و حجر سے الیسی آوازیں ستائی دیں کہ جن میں آپ کی نبوت کی گواہی اور آپ پر سلام تھا اور ایک بار حضور پرنو نے دخت کو بُلایا تو حب الحکم حضر پر گیا اور جب واپسی کا حکم دیا تو واپس ہو گیا۔

## تسویں وجہ

یہ ہے کہ بارہ حیوانات نے آپ کی نبوت کی گواہی دی۔ عجیب آوازوں اور شجر و حجر اور حیوانات کی گواہی کے واقعات شیخ جلال الدین سیوطی کے خصائص الکبریٰ میں مفصل مذکور ہیں ملائی دیکھ لئے جائیں۔

## علماء مرتبت نبوت

علماء بنی اسرائیل میں بیانات مسلم تھی کہ آخر زمانہ میں ایک بنی خاہر ہو گا کہ جس کا دین تمام ادیان سے بہتر ہو گا اور اس کی شریعت جملہ شرائع کی ناسخ ہو گی۔ یہ نام بیان آپ کے دعوے کی جگہ تھیں اور اہل کتاب کو اس کا بخوبی علم تھا اور آپ کے ظہور سے پہلے

ان اشادات کو فتن کرتے تھے مگر آپ کے ظہور کے بعد آپ کے شمن ہو گئے حالانکہ یہ سے یہ کوہی دیکرتے تھے کہ مکتے بنی آخر المیان کے ظہور کا زمانہ قریب آگیا ہے۔

اور اسی طرح آپ کے ایامِ ولادت کے قریب زمانہ پیر عجیب و غریب نشانات ظاہر ہوتے جیسا کہ اب ابیل کی کنکروں سے اصحابِ فیصل کا ملک ہونا اور بنوں کا اونڈھے منزہ ہوں پوگرنا و پیچیرہ سادہ کامانی خشک ہو جانا اور ایوانِ کسری کے پوجوہ کنکروں کا گر جانا ہو رکا ہوں کا اس امر میں اس پرتفاقِ کذاک عنقریب اس عالم میں کوئی عظیم حادثہ ظہور پیدا ہونے والا ہے اور حنات کا اسلامی خبروں سے روک دیا جانا وغیرہ وغیرہ اور بمحجرات آپ سے بعد وعوایت بہوت ظاہر ہوتے وہ حد احیاء و شمامے سے باہر ہیں مثلًاً شق قمر اور سلام شجر و جمر اور سنگریزوں کا آپ کے ہاتھ میں تسبیح پڑھنا اور انکشتارِ مبارک سے پانی کا جاری ہونا اور ایک لشکر کا اس سے سیراب ہو جانا اور ستونِ حنازہ کار و نا اور تمام حاضرین جمعہ کا اس کے رو نے کو سنا اور قبیل طعام کا آپ کی دعاء کی برکت سے ایک لشکر کو کافی ہو جانا اور ایک قسمِ محجرات کی یہ ہے کہ آنحضرت نے زمانہ آیندہ کی خبریں دیں کہ فلاں وقت ایسا کام ہو گا اور وہ دیسا ہی ہوا جیسے آپ نے مکہ اور یمن اور شام اور عراق کی فتح کی خبر دی اور اسی ترتیب سے مقاماتِ ذکورہ فتح ہوئے۔

## محجزہ قران

حضور پر نور کے محجرات میں سب سے بڑا محجزہ قران مشریف کا ہے۔ جو اللہ علیہ السلام کا کلام قدیم ہے اور اس کی صفت قدیم ہے اور قیامت تک باقی رہے گا۔

دیگر حضرات انبیاء کرام کے محجراتِ گندم کے مگر آنحضرت کا بڑا محجزہ یعنی قران ہونا اسی طرح باقی ہے کیا دنیا ہر وقت آپ کے محجزہ اور آپ کی بہوت کامنہ اور کریمی ہے قرانِ شریف کے کلامِ الہی ہونے کی دلیل یہ ہے کہ قران نے دعویٰ کیا کہ اگر تم کو اس کے کلامِ الہی ہونے میں مشکل ہے تو تم یہ سمجھتے ہو کہ پہ کلامِ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کا بننا پا ہوا ہے تو تم بھی اس کے مثل اور مانند ایک پچھوٹی سے چھوٹی سورت بنالا و مگر اُن نے  
لیکر آج تک کوئی اس کا جواب نہ دے سکا۔ حالانکہ قرآن کے کلمات اور الفاظ اور حروف  
سب وہی ہیں جس کو عربی کے پچھوٹی اور بڑی سب جانتے تھے اور بولتے تھے مگر اس کی  
مثل لانے سے عاجز رہے جس طرح اصلی گلاب کے پھول اور کافری گلاب کے پھول میں  
بھی فرق ہے کہ اصلی گلاب کی مانند کوئی نہیں بناسکتا اور کافری کے مانند بناسکتا ہے۔ بھی طرح  
کلام بزادائی اور کلام انسانی میں بھی یہی فرق ہے کہ کلام خداوندی نے سوئی نہیں لاسکتا۔

قدیمی اور صنواعی چیزوں کا فرق سب کو معلوم ہے قدرتی چیزوں کہلاتی ہے کہ جو شخص خدا تعالیٰ کی  
قدرت سے ظاہر ہوا وہ اس کا بنتا تمام مخلوق کی قدرت سے باہر ہو۔ جیسے اسماں اور نہیں  
اوٹس و فراور کو اکب و جوسم کا پیدا کرنا اور دن اور رات کا لانا یہ سب اش کے ضل ہیں۔ فقط  
اللہ ہی کی قدرت سے ظاہر ہوتے ہیں اور بیندہ کی قدرت سے باہر ہیں اور ساری مخلوق اس  
کی مثل لانے سے عاجز ہے اور صنواعی چیزوں سے بوندہ کی بنائی ہوئی ہوا وہ دوسرا بندہ بھی  
اس جیسی چیزیں لئے پر قادر ہو جیسے مکان بنانا یہ بندہ کا فعل ہے اور نہیں اور اسماں کا پیدا  
کرنا یہ اشتعلی کا فعل ہے۔ یہی وجہ سے حضرت ابراہیم نے اولاً نمرود کے مقابلہ میں وجود  
باری تعالیٰ پر اسی طرح استدلال کیا ربِ الذی یجھی و یہیت اور جب نمرود نے اس پر ایک  
امتحانہ سوال کیا تو یہ فرمایا۔ انَّ اللَّهَ يَا أَنْتَ يَا الشَّمْسُ مِنَ الْمَشَرِقِ فَأَنْتَ بِهَا مِنَ الْمَغَارِبِ  
فَهَذَا الَّذِي كَفَرَ يَعْمَلُ مِنْ إِيمَانِكَ فَتَابَ اللَّهُ عَلَى مَنْ شَاءَ وَلَا يَنْهَا عَنِ الْمُرْءِ  
مَقْبَلَكَ لِطَاقَتِ رَكْعَتِهِ وَتَوَهَّمَ فَتَابَ كُوچِلَّتِ مَشْرِقَكَ مِنْ مَغْرِبِكَ وَلَا يَنْهَا  
إِسْتَدَلَالَ سُنْ كَرَكَافِرِ مِنْ بَرِّتِهِ اُوْرِ حِيرَانَ رَدَّهُ گیا۔ حضرت ابراہیم کے استدلال کا حائل یہ تھا کہ قدیمی  
کام اور فعل خداوندی کا کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا۔

پس جس طرح خدا کے ضل اور مخلوق کے ضل میں یہ فرق ہے کہ خدائی کام کرنے سے ساری  
مخلوق عاجز ہوتی ہے شیخ ہسی طرح کلام خداوندی اور کلام انسانی میں یہ فرق ہے۔ کہ کلام  
خداوندی وہ ہے کہ ساری دنیا اس جیسا کلام پتا نے سے عاجز اور ورزنا مدد ہو۔

# قرآن کریم دلیل نبوت کس طرح بناء؟

جب رثابت ہو گیا کہ قرآن کریم اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور بظاہر اور ستم ہے کہ یہ قرآن اور اور یہ کلام خداوندی سرور عالم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نافذ ہوا تو رثابت ہو گیا کہ حضور پر نور اللہ کے رسول بحق ہیں اس لئے کہ جس پر اللہ کا کلام اور اس کی کتاب اور اس کا پیغام اترے وہ بلاشبہ اللہ کا بھی اور رسول ہے۔

اور یہی بات ہے کہ قرآن کریم علم نبوت بھی ہے اور دلیل نبوت بھی ہے۔ یہی دعوے نبوت ہے اور یہی دلیل نبوت ہے جس بھی کو اللہ تعالیٰ نے میتوت فرمایا اور دعوت ان کیلئے ما مر فرمایا تو محبت دعوت سے کیلئے لطیور محبت ان کو معجزہ عطا فرمایا۔ گویا کہ دعوت اور محبت دونوں کو جمع کر دیا گیا۔ قرآن کریم باعتبار معنی کے دعوت ہے اور فضاحت اور بلات کے اعتبار سے معجزہ ہے اور دلیل نبوت اور محبت دعوت بھی ہے یہ قرآن کریم کی خصوصیت ہے کہ اس میں دعوت اور محبت اور دعویٰ اور دلیل دونوں جمع ہیں اور یہ دونوں باقیں قیامت تک ایک دوسرے سے جوانہ ہوں گی۔ اور اگر بھی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کمال علم و فهم اور اخلاقی حسنہ اور پاکیزہ خصلتوں اور پسندیدہ حادتوں اور آپ کی طہارت و نزاہت میں ذرا خوار کرو تو یقین کامل ہو جائے کہ حضور پر نور کا دبودھی سر سے پیر تک ایک مستقل معجزہ اور قدرت خداوندی کی ایک نشانی ہے۔

ہر جلوہ جمال نر انارڈیگر است ہر نغمہ کمال نر اساز دیگر است

اعجاز حسن لا بشخن نیست احتیاج ہر غمزہ ذیشم تو اعجاز دیگر است  
کیونکہ ایک ای شخص کا بغیر کسی سے تعلیم و تربیت حاصل کئے ایسا منبع علم و حکمت اور معدن اخلاق اور سیر کا اعمال فاضل بن جانا کہ جو صدیوں کی تہذیب و تربیت کے بعد بھی مصل نہ ہو سکے کہ اپس یہ علم و حکمت اور یہ امانت و دیانت اور یہ زحد تقویٰ اور یہ بے مثال

عیادت، اس امر کی واضح دلیل ہے کہ یہ سب کچھ تعلیم یا فی اور تو بہت یہ نہ فی کا کوشش ہے۔  
اس نے آپ کی ذات پاہنگات کو ہر سرچشمہ کمالات و خیرات تھی یہ نہ وایک مستقل مجنزہ تھا  
اور قرآن کریم حضور پُر تور کا علمی مجنزہ تھا اور شق قمر اور سلام شجر و حجر اور انگستان مبارک سے  
چشمہ کا جاری ہو جانا وغیرہ وغیرہ یہ آپ کے علمی مجررات تھے

## تمہارے بحث نبوت

اور

## عقیدہ و وجود ملائکہ

اب ہم بحث نبوت کو ختم کرتے ہیں اور بطور تمہارے تکمیل عقیدہ وجود ملائکہ کو ختم کر  
میان کرتے ہیں اس لئے کہ نبوت و رسالت کا وارثہ مدار، وحی پر ہے اور وحی کا نزول  
فرشتہ کے ذریعہ سے ہوتا ہے۔ اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مختصر امائن کے متعلق  
کچھ عرض کر دیا جائے سو جاننا چاہیے کہ ملائکہ پر المیان دنا اسلام کے اصولی عقائد میں سے  
ہے۔ قرآن کریم میں جا بجا ایمان باشد کے بعد ایمان بالملائکہ کو ذکر فرمایا ہے۔

مجمور اہل اسلام کے نزدیک فرشتہ ایک لیسے جسمِ طیف یا جسمِ نورانی کا نام  
ہے کہ بوز مرد ہے اور رحمورت اور رفعال قویہ پر قادر ہے اور ہر صورت میں ظاہر  
اوہ نہوار ہو سکتے ہے اور کھانے پور پینے سے بوجوار ضم پیدا ہوتے ہیں مثلاً بھوک اور پیاس  
اور پیشایاب اور پاخانہ اور تولد و تناسل اولن سے بھی پاک ہوتے ہیں بلکہ صفاتی بشیریہ  
جیسے غصہ اور حسد اور تکیر اور حرص و طمع وغیرہ سے بھی پاک ہوتے ہیں۔ ہر وقت اللہ  
کی عبادت اور نیج میں مصروف ہوتے ہیں کسی وقت شکست نہیں سبھوں لہ بائیں و النہ  
و هم نا ایمان مون۔ اور کسی حکم میں ذرا برابر اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کرتے۔ لا یعصون  
اللہ ما اهراهم و یفعلن ما یوصرادن۔

## آشیات و بحود ملائکہ

فرشتوں کا دیوبعد عقلاء اور انقلاد دنوں طرح ثابت ہے عقلی دلیل تو یہ ہے کہ کائنات کے نزدیک اور عروجی طالع میں خود کرنے سے یہ امر بخوبی واضح ہو جاتا ہے کہ کائنات کی ایک خاص نوع پانی ہے جو ہمارے مشاہدہ میں نہیں آتی۔

کائنات کی ادنی تینیں مرتبہ بحادث ہیں اور پھر بیانات اور پھر انسان اس لئے کہ انسان ان تمام کائنات سے شعور اور ادراک میں ٹڑھا ہوا ہے جو ایک امر نظیف ہے اسی طاقت علمی کی وجہ سے تمام کائنات پر فرمانزدگی کر رہا ہے مگر عقلیتی ہے کہ ہنوز اس کے قوائے اور اکبیر اور علمیہ محدود ہیں لہذا ایک مخلوق اور ہونی چاہئے کہ بجود اثرہ، مکان میں علم اور ادراک کا منتھی ہو۔ وہ مخلوق فرشتوں کی ہے کہ جن کی غذا تسبیح و تہلیل ہے۔

اور بعض مرتبہ یہ انسان ضعیفت ایمان جب فرشتوں جیسی اطاعت اور فرمابندواری اور راہ مولی میں جان نثاری و کھلانا ہے تو اس کو بھی من جانب الشذرة بلا نکد میں داخل کر لیا جاتا ہے، جیسے حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے جعفر بن ابی طالب کو دیکھا کہ وہ دوپر دن کے ساتھ فرشتوں کے ساتھ جست میں اڑنے پھرتے ہیں اور قرآن کریم کی اس آیت فا دخلی فی عبادی میں اسی طرف، شارہ ہے۔

ڈارون کے نزدیک جب انسان ترقی کر کے بذریعے انسانیت پر پہنچ سکتا ہے تو انسانیت سے ترقی کر کے علیکم کیوں نہیں پہنچ سکتا بوار تلاذ کی آخری منزل ہے۔

## دلیل نقلی

اور نقلی دیباں حضرات انبیاء عکرم کا مشاہدہ اور اولیاء کرام کا مکاشفہ ہے کہ اسپولے

اپنے مشاہدہ اور مکاشفہ میں اس فو رافی مخلوق کو دیکھا ہے۔

اور راستبازوں اور پاکیانوں کا کسی چیز کے متعلق اپنا مشاہدہ اور مکاشفہ بیان کرنا یہ ہی امر کے وجود کیلئے قطعی دلیل ہے اور کسی چیز کا محض مشاہدہ نہ ہونے کی بناء پر انکار یا غلط باجماع عقلاً قطعاً غلط اوزمحل ہے۔ عدالت میں بینا کا بیان اور شہادت معتبر ہے اور نابینا کا انکار قابل سماعت نہیں۔

## وجود ملائکہ پر فلاسفہ کے شبہات اور انکے جوابات

فلاسفہ حالی۔ چونکہ وجود ملائکہ کے قائل نہیں۔ اس لئے ہم ان کے شبہات مع جوابات کے پڑیہ تاظریں کرتے ہیں۔

### شبہہ اول

فرشتوں کے متعلق فلاسفہ کا ایک شبہ یہ ہے کہ اگر موجود ہیں تو ہم کو نظر کیوں نہیں آتے

### جواب

یہ ہے کہ فرشتے بوجر نظافت کے نظر ہیں آتے۔ ایک شیڈیشہ میں صاف و شفاف ہوا بھری ہوتی ہوتی ہے مگر نظافت کی وجہ سے نظر نہیں آتی نظر نہ آنے کی وجہ سے کوئی فلسفی ہوا کا انکار نہ سکتا ہے۔

فلسفہ حال امور کے قائل ہیں کہ بہ تمام عالم ایک غیر محسوس مادہ سے بھرا ہوا ہے جس کو اپنکر کرتے ہیں

نیز بہت سے اجرام ہوائی لبیسے ہیں کہ جو آلات کے ذریعہ محسوس ہوتے ہیں معلوم ہوا کہ یہ امر ممکن ہے کہ کوئی چیز واقع میں موجود ہو مگر ہم آلات نہ ہونے کی وجہ سے اس چیز کو نہ دیکھیں

کھاتے میں اگر سن کھیا اور زہر ملا دیا جائے تو بسا اوقات وہ اتنا قصیل ہوتا ہے کہ انسان اس زہر کو نہ قوت باصرہ سے محسوس کر سکتا ہے اور نہ قوت شامہ سے مگر بندہ اُس کو سوچنے کر پہچان سکتا ہے نیوالا تو دیکھ کر ہمی پہچان لیتا ہے۔

علوم ہوا کہ بعض چیزیں ایسی بھی ہیں کہ حق تعالیٰ نے ان کا ادراک اور احساس انسان کو تعطا نہیں فرمایا۔ بلکہ ایک دوسری مکمل مخلوق کو اس کا ادراک عطا فرمایا ہے۔ تو کیا اس اسی طرح یہ ممکن نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کا ادراک اور احساس صرف حضرات انبیاء کو کم کر عطا کیا ہوا اور عام انسانوں کو فرشتوں کے ادراک اور احساس سے محروم رکھا ہو۔ بلکہ

احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض چانوروں کو یہ احساس دیا گیا ہے۔ چنانچہ حدیث میں آیا ہے کہ رع فرشتہ کو دیکھ بولتا ہے اور گدھا شیدھان کو دیکھو کر بولتا ہے۔

شہد کی کم تھی بھی راستہ نہیں ہوتی یہ قوت حافظہ انسان کو نہیں دی گئی۔

پیغمبرؐ سوراخ کی گہرائیوں میں سے مٹھائی کی خوبی محسوس کر لیتی ہے۔ یہ اس کی قوت شامہ ہے بوانسان کو نہیں دی گئی۔

بندہ اور بہت سے حشرات الارض اندر ہیرے اور اجلے میں بیکار دیکھتے ہیں۔

ریڈیو کے ذریعہ ہزاروں میل کی آوازیں سنائی دیتی ہیں جو بغیر ریڈیو کے نہیں سنائی دیکھتیں اب جس شخص کے پاس ریڈیو نہ ہوا اور وہ بزرگوں میل کی آواز سنائی دیتے کا انکار کرے تو تو فلا منفہ حال بدلائیں تو اس انکار کا کیا حکم ہے

## دوسرہ شبہ

یہ ہے کہ فرشتے ایسے قومی تصرفات پر کیسے قادر ہوئے جن کا ذکر قرآن اور حدیث میں آتکے ہے۔ جیسے کسی فرشتے یا جن کا طرفہ العین (پلک، جھپٹنے) میں تخت بالقیس کو سیمان علیہ السلام کے ملے منے لا کر رکھ دینا یا فرشتوں کا ہسماں سے زمین پر اترنا اور پھر ان کا دلپس اگر جانا وغیرہ وغیرہ۔

## جواب

یہ ہے کہ فرشتے غایت درجہ بطيف اور نوافی میں اور لطیف اور نوافی شئی کی تائیر بھی نہایت قومی ہوتی ہے۔ آگ اور بھاپ اور بھلی اور پانی کی طاقتون کا حال دنیا کی نظروں کے سامنے ہے جس کا انکار کسی کو نہیں اور اس کے مقابلہ میں عنصر خاکی کو لے لیجئے جس کی ان عناصر کے سامنے کوئی حقیقت نہیں۔ آپ ہی بتلاتیں کہ ان عناصر میں سوائے لطافت اور کثافت کے کیا فرق ہے۔ بھلی کے کشمکش آج دنیا کے سامنے ہیں پس قوم نمود کافرشتہ کے پنج مارنے سے لیجئے پھٹ کر مر جانا کیوں مستبعد سمجھتے ہو۔

بارود کو سمجھتے کہ ظاہر میں کچھ نہیں مگر ذرا آگ لگنے تو اتنی قوت آجائی ہے کہ پہاڑوں کو بھی اڑا کر رکھ دیتی ہے۔ بھاپ پنی لطافت کی وجہ سے ایک پوری ٹرین کو صدرا اور ہزار ہا میل کھینچ کر لے جاتی ہے۔

اور بھلی کی قوت سے جتر ثقیل کے آلات بڑے بڑے ہزاروں کو اپراؤٹھا لیتے ہیں تو اگر کوئی خدا کافرشتہ خدا داد قوت سے قوم لوٹ کی بستیوں کو اٹھا کر اپر لے جائے اور اُنٹا کر دے، تو کیوں انکار کرتے ہو۔ اور خدا کا کوئی فرشتہ حضرت علیہ السلام کو زندہ اسکان پڑاٹھا کر لے جائے تو اس کو کیوں محال سمجھتے ہو؟

## تلہیز اشبہ

فرشتون کا مختلف شکلوں کے ساتھ متشکل ہونا آیات اور احادیث سے ثابت ہے۔ اور عقل اشیٰ واحد کا مختلف اشکال کے ساتھ متشکل ہونا غیر معقول ہے۔

## جواب

یہ ہے کہ لطیف شئی کا مختلف شکلوں کے ساتھ متشکل ہوتا اور کلی بھی مشاہدہ سے ثابت ہے۔ ماوہ اثر پر (ابی یحیی) کا مختلف شکلوں اور صورتوں میں نمودا ہونا اہل سماں کے نزدیک سلمہ ہے

## اسلام کی تیسراں صلی

### قیامت اور عالم آخرت

قیامت اور روز آخرت پر اپیان لانا دین اسلام کے قطعی اصول اور عقائد سے ہے ۔

حضرات انبیاء و کرم نے توحید کے بعد دنیا کو رفتار آخرت سے آگاہ کیا ہے کہ ایک وقت آئے والے ہے ۔ کہ کار خانہ عالم دریم ویریم کر دیا جائے گا ۔ اور مرنے اور بدنوں کے رینہ ریزہ ہر بچا نیک یعنی بعد اللہ تعالیٰ و بارہ ان کو زندہ کرے گا ۔ اور ہر ہم کے ساتھ اُس کی روح کا دوبارہ تعلق پیدا کرے گا ۔ اور اس طرح سے ان کو دوبارہ زندہ کر کے سب سے پہلے ان کے عمل کا حساب لے گا اور دنیا میں جو کچھ کیا ہے اس پر یا تو پس ہو گی اور اعمال کے مطابق جزا اور سزا ہے گی ۔ اندھہ کسی کو جنت میں اور کسی کو جہنم میں داخل کرے گا ۔ تمام ادبیان حقہ اور نہ ہب سماویہ اس پر متفق ہیں ۔ اور قرآن کریم میں حق جل شانہ نے بار بار خدا تعالیٰ پر اپیان لانے کے ساتھ آخرت پر اپیان لانے کا ذکر فرمایا ہے ۔ بلکہ مذہب کی ضرورت معاویہ کے خیال پرستی ہے ۔ کہ اس دنیا سے فانی ہے تگز بجانے کے بعد کیا ہو گا ۔ اور آیا اس زندگی کے بعد کوئی اور زندگی بھی ہے جن لوگوں ہا یہ خیال تھا اور جن کا ہے ۔ ان جی الاحیات

الدُّنْيَا نَمُوتُ وَنَحْنُ وَمَا نَحْنُ بِمُشْعُوشِينَ ۔

ان کو زندگی کی ضرورت ہے اور نہ قیامت اور جزا اور سزا کی بحث میں پڑنے کی ضرورت ہے ۔

### دین اسلام کا عہدہ یہ ہے

کہ اس موجودہ زندگی سے بعد ایک زندگی آئے والی ہے اور اصل زندگی دہی ہے ۔

موجود حقیقی خدا وند رو الجلال ہے اس کے دریا و قدرت اور ارادہ کی موج نے ملکات کو پرده عدم سے نکال کر اس عالم حستی میں پہنچایا۔ جس کو دنیا کہتے ہیں۔ اور جس کی حقیقت سوائے نہود یہ بود کے کچھ نہیں۔ اور پھر ایک دن آتے گا کہ اسی دریا سے ارادہ کی ایک موج سب کو فنا اور موت کے گھاٹ اتار دے گی۔ اسی کا نام قیامت ہے۔ کہ یہ بارگی تمام عالم فنا کے گھاٹ اتار دیا جائے گا۔ اور پھر بعد چندے کے دریا سے ارادہ کی ایک قیصری موج آتے گی کہ تمام ملکات کو عدم اور فنا کے لڑھے سے نکال کر وجود اور حیات کی سطح پر لا کر کھڑا کر دیں جو اس کی موج ارادہ کا ایک نیا کرشمہ اور نیا تماثل ہو گا۔ دن الی رب عالمہ امتحانی سکل الینا راجعون۔ اسی کا اصطلاح شریعت میں حشر کہتے ہیں۔

## منکرِ حشر

خلافت تو مطلق حشر کا انکار کرتے، حشرخواہ جسمانی ہو یا زاد حاتمی ہر قسم کے حشر کے منکر ہیں۔

ملحدہ اور زنا و قبر جو ظاہر ہیں اسلام کے مدعا ہیں وہ حشر جسمانی کے منکر ہیں۔ اور حشر زاد حاتمی کا اقرار کرتے ہیں۔ ان کا قول یہ ہے کہ آخرت ایک عالم رو حاتمی ہے اور جہشت کی نعمتیں اور جہنم کی مصیبتیں بھی حض روحانی ہیں، جسمانی نہیں اور صریح آیات اور احادیث میں طرح طرح کی تاویل کرنے ہیں۔ اور بوجو کچھ کہتے ہیں وہ تاویل نہیں بلکہ تحریف ہے اس لئے کہ صریح اور واضح المزاد کلام میں تاویل کرنا انکار اور تحریر کے مراد ہے۔

فلسفہ۔ یہ کہتے ہیں۔ کہ انسان اس ہیکل محسوس کا نام ہے بو عنان صرار بعد اور تھا صقوفی اور مزار سے مرکپت ہے۔ مرنے سے یہ ہیکل محسوس فنا ہو جاتا ہے۔ اور سوائے ابھر کو متفرقہ اور منتشرہ کے کچھ باقی نہیں رہتا۔ لہذا اکونی پیغمبر ایسی نہیں رہتی کہ جس کا اعادہ ہو سکے اور اس کو حشر سے تعبیر کر سکیں۔

## جواب

جواب یہ ہے کہ انسان اس ہیکل محسوس اور جسم خاکی کا نام نہیں بلکہ وہ ایکسا جو ہر محروم کا نام ہے جو علم اور قدرت اور اختیار کے ساتھ موصوف ہے۔ جس کو روح سے تعبیر کرنے میں اور یہ ہیکل محسوس اول پیکر جسمانی اسی جو ہر محروم کا قلب اور لباس ہے۔ مرنسے اس جو ہر محروم کا تعلق اس پیکر جسمانی سے منقطع ہو جاتا ہے لیکن وہ جو ہر محروم فنا نہیں ہو جاتا بلکہ ایک دوسرے عالم میں چلا جاتا ہے۔ اور یہ پیکر جسمانی اگرچہ بوسیدہ اور بینہ ہو جائے تو اس جو ہر محروم کا معنوی اور مخفی طور سے اس پیکر جسمانی کا اجزاء کے ساتھ تعلق باقی رہتا ہے۔

پس جس طرح حق جمل شاندہ نے اپنے ارادہ اور اختیار سے پہلی مرتبہ اس جو ہر محروم (روح) کو بدن کے ساتھ متعلق کر کے بدن میں حیات پیدا فرمائی۔ اسی طرح وہ اپنی قدرت اور مشیت سے ان بدنوں کے قباد اور منتشر ہو جانے کے بعد پھر ایک مرتبہ اس کے اجزاء منتشر و کوچع کر دیا اور دوبارہ اور دوسرے کا ان بدنوں کے ساتھ تعلق قائم کر کے ان کو دوبارہ حیات زندگی عطا فرماتے گا۔

کفار مکہ بھی بعثتِ دوبارہ زندگی کے منظر تھے۔ اور آج بھی کہتے تھے کہ آدمی مرکر فنا نہ ہو جاتا ہے اور جیسا مرکر نیست اور نایود ہو گیا تو دوبارہ زندگی کے کیا معنی۔

**وَقَالُوا إِذَا أُنْشَلْنَا فِي الْأَرْضِ أَئْتُنَا**      یعنی کفار یہ کہتے ہیں کہ یہ جب ہم مرکر زہیں میں  
**نَفْعٌ خَلَقْ جَدِيدٌ بَلِّهُمْ بِلْقَاءُ رَبِّهِمْ**      مل مل جائیں گے اور بانٹل کم اور قباد ہو  
**كَافِرُونَ.**      جائیں گے تو کیا اذ سیر رہم پیدا ہونگے

حق جمل شاد نے اس کے جواب میں ارشاد فرمایا کہ

**قُلْ يَتُوْفَاكُمْ مَلْكُ الْمُوْتَ الَّذِي**      آپ ان کے جواب میں یہ کہدیجئے۔ کموت  
**وَمَلِّكُ الْمُرْدَنِ سَبِّكُمْ تَرْجِعُونَ**      مل بکم شر انی سبکم ترجعون۔

یہ ہے کہ تمہارے اس پیکر جسمانی میں جو ایکسا جو ہر طیف یعنی روح مستود ہے۔ ملک الموت یعنی الموت کا فرشتہ اس کو تمہارے جسم سے روح کو پورا پورا نکال لیتا ہے۔ اور پھر اس کے بعد تم اپنے رب کی طرف لوٹنے جاؤ گے۔

حضرت شاہ عبدالقدارؒ لکھتے ہیں۔ یعنی۔ تم (اپنے) آپ کو محض بدن اور دھرم سمجھتے ہو

کر خاک میں مل مل کر بواپر ہوئے، ایسا نہیں تم حقیقت میں جان ہو جسے فرشتہ بجا تا ہے  
با مکمل نہ، نہیں بوجاتے (مرتضی القرآن) یعنی ہوتے قتلہ کا نام نہیں بلکہ جسم سے روح کی مفارقت  
بوجدا ہونے کا نام موت ہے اور اسی طرح بعض ہمکا جسم سے متعلق ہونیکا نام حیات ہے۔

## جواب دیکھ

او، اگر فلاسفہ کے زعم کے مطابق یتسیم بھی کر لیا جائے کہ انسان اسی خاص ہیکل محسوس  
کا نام ہے جو ان خاص قوی اور مزاج کے ساتھ پایا جاتا ہے۔ تب بھی ہمارا مدعا ثابت ہے اس  
نے کہ جس خدا نے ہبھی مرتبہ اپنی قدرت سے اجزاء عنصریہ کو ترکیب اور ترتیب دیکر ان خاص  
قوی اور خاص مزاج کے ساتھ اس ہیکل محسوس کو پیدا کیا۔ اسی طرح وہ دوسری مرتبہ بھی پیدا  
کرنے پر قادر ہے۔ وہ ہیکل محسوس جس طرح چلے گکن تھا۔ اسی طرح اب یہی ممکن ہے۔ اس  
قدرت اولیہ اور مشیت اللہیہ اسی طرح شان لا یزالی اور شان لا ابالی رکھتی ہے۔ بھر محال ہونے  
کی یاد جس، آخر استخارہ کس رام سے آیا کوئی بتائے تو سہی۔ حق جل شانکا ارشاد ہے ہے

اولم بیرا انسان انا خلقناہ من  
کیا انسان نے یہ نہیں ذکر کیا۔ کہ ہم نے ہم کو  
نطفہ فلذ اہر خصم مبین و ضرب  
ایک پانی کی بوند یعنی نطفہ سے پیدا کیا ہے کہ  
لنا مثلاً و نسی خلقہ قال من یعنی  
العفنا م و هی رمیم۔ قل یعییها الک  
نسا ها ذا اول مرتقا و هو بیکن خلق علیم  
لطفیہ کی ایک معین مقدار ماء و افق رطفہ، کی تکلیف میں بدن سے جدا ہو کر رحم میں قرار پکڑتی ہے  
او پھر اس نطفہ سے ایک دوسرا انسان پیدا ہوتا ہے۔ صرکے جزو سے سر متین ہے اور اسکے  
کچھ دوسرے ہمکہ اور کان کے جزو سے کان الی آخرہ۔ پس جس طرح خداوند قدوس اپنی قدرت  
کا لام سے جسم کے اجزاء متفرقہ کو جمع کر کے منی بناتا ہے اور پھر منی کے اجزاء مجتمع کو اس طرح  
متفرق کرتا ہے کہ صرکے جزو سے سر بن جائے اور پھر کے جزو سے میرین نئے۔ بھی طرح  
وہ ملیم و قدیر اور دیکھیں دخیر اس پر بھی قادر ہے۔ کہ انسان کے متفرق اجزاء کو ہو موت کی

کی وجہ سے زین میں منتشر ہو گئے ہیں۔ دوبارہ جمع کر کے پھر ان میں حسب سابق حیات اور اور اک پیدا فرمادے۔ اور بجز عجیب محل پر تھا دوبارہ پھر اسی محل پر آجائے۔ خلاصہ یہ کہ رقمیمت کا حاصل جمع اور تفرقی ہے۔

پس جس طرح نطفہ میں جمع اور تفرقی ممکن ہے اسی طرح مرنس کے بعد بھی جمع اور تفرقی ممکن ہے۔

## قیامت کی ایک اونٹیزیر

وانہ اور محلی میں الگ عورتیں تو اپ کو معلوم ہو جائے گا۔ کہ تخم و رخت کے اجراء متفرقہ کا خلاصہ اور جبوجہ ہے۔

## کیفیت اعادہ

یعنی

## حشر و نشر کس طرح ہو گا

کیفیت اعادہ۔ یعنی دوبارہ زندگی کس طرح ہو گی۔ علماء نے اس بارہ میں کام لیا ہے۔ کہ آیا اجسام اور اعراض عدم کے بعد دوبارہ وجود میں لائے جائیں گے یا فقط انتقال اور تفرقی کے بعد اجزاء منتشرہ کو جمع کیا جائے گا۔ بعض علماء کا قول ہے کہ جس کے پیشہ نہ ہو بلکہ انسان کے تمام چواہر اور اعراض سب قناء ہو جائے گی۔ اور قیامت دن المسر تو تمام چواہر اور اعراض کو وجود عطا کیا جائے گا۔ اور بعض علماء کا قول ہے کہ مرنس کے بعد اجزاء انسانیہ معدود ہم اور قناء نہیں ہو جاتے۔ بلکہ متفرقی اور منتشر ہو جاتے۔

ہیں جس کی وقت اللہ تعالیٰ اس بے اجزاء کو جمع کر لے گا اور حسب سابق دوبارہ اُن کو پہلی صورت اور پہلی حالت اور پہلی کیفیت پر پیدا فرماتے گا۔

حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ انسان کے اکثر اجزاء تو معدوم ہو جائیں گے مگر خصوصاً جزو  
ذات ہونے سے باقی رہ جائیں گے وہ ریڑھ کی ٹھیکی کے اجزاء اور یہیں ہو انسان کے اجزاء اصلیہ میں  
ان اجزاء اصلیہ کو جو متفرق ہو چکے ہیں انکو دوبارہ جمع کیا جائیں گا اور جو اجزاء اور زائدہ معدوم  
ہو چکے ہیں انکو دوبارہ دبجو و عطا کیا جائیں گا جیسا کہ صحیحین کی، ہیں حدیث سے معلوم ہوتا ہے۔  
کل ابن آدم لَعْنَهُ اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْأَجَجَّ الْذِنْبُ مِنْهُ ابن آدم مرکر فنا ہو جاتا ہے مگر ریڑھ کی ٹھیکی  
یا کب الخلق یوم القيامت کے دن

اہمی ایجاد اصلیہ کے ساتھ دوسرے اجزاء کو ملا کر ڈھانچہ تیار کیا جائے گا۔

حقیقین کا سلسلہ یہ ہے کہ حشر اور اعادہ کا مسئلہ تو قطعی ہے بلشما رآیات اور احادیث متواتر  
سے ثابت۔ مگر اعادہ کی کیفیت کا مسئلہ ظہیری ہے حشر اور اعادہ دونوں طرح سے ممکن ہے خواہ ایجاد  
بعد الاعدام ہو جو جمع بعد التقریب ہو سب ممکن ہے اور شریعت کی کسی نص نے اعادہ اور حشر کی کوئی حقیقت  
متین نہیں کی۔ اعادہ کی کیفیت کے بادہ میں جس قدر دلائل آئتے ہیں سب تینی الدلالت ہیں۔  
یعنی ابن حمام یہ فرماتے ہیں کہ حق یہ معلوم ہوتا ہے کہ حشر اور اعادہ دونوں کیفیتوں کیستھے  
ہو گا۔ جو اجزاء بالکل معدوم ہو چکے ہیں اُن کو دوبارہ دبجو و عطا کیا جائیں گا اور جو اجزاء متفرق اور  
 منتشر ہو چکے ہیں اُن کو جمع کیا جائے گا۔ (مسامرة ص ۱۳)

حضرات اہل علم۔ بنی اس شرح۔ مشرح عقائد ص ۲۲۷ کی مراجعت کریں۔

حضر و نشر کے متعلق بقدر ضرورت لکھ دیا گیا۔ تفصیل اگر در کار ہو۔ تو اس ناچیز کی تصویف علم الخاتم  
کی مراجعت کریں۔ اس میں قیامت اور عالم آخرت کے متعلق بہت تفصیل سے کلام کیا گیا ہے۔

## روح کا بیان

عقیدہ معاو۔ پونکہ تمام عقائد کی روح ہے۔ ... ہر معاد کا سمجھتا روح کے سمجھنے  
پر موقوف ہے۔ اس نئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ روح کے متعلق بیان کیا جائے کہ وہ کیا

جائے کہ وہ کیا شئی ہے۔

## اُول علماء و حکماء دوبارہ روح انسانی،

### حکماء

روح انسانی کے بارہ میں حکماء کا قبول یہ ہے کہ روح انسانی ایک جو ہر مجرد کا نام ہے جو بدن انسانی کی مدد برے۔

### اطباء

اطباء کے نزدیک روح اس بخار کا نام ہے جو غذا سے پیدا ہوتا ہے۔ اس قتل کی بنار پر روح ایک جسم عنصری ہے کیونکہ بخار جسم عنصری ہے جو عناظم بعد کے خلاصہ سے بنتا ہے۔

### علماء شریعت

علماء شریعت اس پرتفقی ہیں کہ روح حادث ہے قدم نہیں بلکہ اس کی حقیقت اور ہیئت کے بیان میں جبران اور سرگردان ہیں۔ ایک جماعت روح کی ماہیت کے بارے میں توقف کرنی ہے اور یہ کہتی ہے کہ بندہ روح کی حقیقت اور ہیئت دریافت کرنے کا مکلف نہیں اور شارع علیہ السلام کی طرف سے اس بارہ میں کوئی نصر جلی وارد نہیں۔ لہذا ہمیں استنباط ان اجتہاد سے کام لینے کی ضرورت نہیں۔ اور جہور علماء شریعت یہ کہتے ہیں کہ روح ایک جسم لطیف یا جسم نورانی کا نام ہے جو امام کثیف میں اس طرح نفوذ اور سرایت کے سوے ہے، جس طرح آگ کو ملہ میں اور پانی کھاب کے پتوں میں سرایت کئے ہوئے ہے اور اس جسم لطیف کا جسم لکھیف کے ساتھ۔ مفارقت کا نام خیات ہے اور مفارقت کا نام موت ہے، جہوں تسلیمین اور محمد شیرن کا یہی مذہبی کہ روح ایک جسم نورانی یا جسم لطیف کا نام ہے بلکہ جسم لطیف عنصری نہیں یعنی ان عناظم سے مرکب نہیں جیسا کہ حضرت شاہ عبد القادر جنے بورہ الحدیث محدث کی تفسیر میں تحریر فرمایا ہے کہ انسان کی جان غیب سے آئی ہے مٹی اور پانی سے نہیں نہیں۔ بلکہ ایک جو ہر جانی اور نورانی سے جو قاب انسانی میں داخل جاتی ہے مٹک

وہ نظر نہیں آتی۔ خدا تعالیٰ کو جب منظور ہو گا تو اس کو دکھا بھی دیجا۔ ابوہریرہ اور امام سید رضاؑ کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مرنے کی وقت آدمی کی نکاح تیز ہو جاتی اور انسان نظر اٹھا کر دیکھتا ہے اور اسکی بصراًس کی جان کا تعاقب کرتی ہے۔ حضرات مسلمین فرماتے ہیں کہ نصوص شریعت سے یہی معلوم اور مفہوم ہوتا ہے کہ روح ایک جسم لطیف یا جسم نورانی کا نام ہے مگر وہ جسم عضری نہیں (۱) حق جل شانہ سورہ سجدہ میں فرماتے ہیں **نَفَخْنَا مِنْ رُّوحٍ فَيَهُ مَنْ رُوحَهُ** اس سے معلوم ہوا کہ روح منفوخ ہے اور شی منفوخ کا جسم ہونا عقل اضطردی اور بدی ہی ہے اور جو نک تبل و نفخ فیہ مِنْ رُوحَهِ لَذَّتَشْ بِجَلَّ لَعِنَّی وَسَوْلَهُ پرمطوف ہے اور عطف میں معطوف اور معطوف علیہ کا مقابلہ ہونا ضروری ہے اس لئے معلوم ہوا کہ یہ جسم منفوخ اس جسم مسوی کے مقابلہ ہے (۲) نیز حق تعالیٰ نے سورہ مومنون میں آدمی کی پیدائش کے سات مرتبے بیان کئے جن میں سے چھ جسمانی ہیں چنانچہ فرماتے ہیں **وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْأَنْسَانَ مِنْ سُرَّهُ لَهُ مِنْ هُنَّ** **نَفَخْنَا لَهُ نَفْخَةً فِي قَلْبِ رَمِيكِينَ ثُمَّ خَلَقْنَا النَّافِخَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَدْقَةَ مَضْغَةً،** خلقت المحتعة عظاماً فكسونا العظام لحما یعنی سلا لة اور نطفہ علقة او مضغہ در کشہ غظم اور پھر ان چھ کے بعد نفع روح کو اس عنوان سے ذکر فرمایا۔ ثم انشا نا ل خلتنا اخر یعنی پھر یہ نے پیدا کیا اسکو ایک دسری پیدائش جس سے معدوم ہوا کہ روح۔ علقدہ اور مضغہ کے علاوہ کوئی اور نوع کی مخصوصیتے اور ظاہر ہے کہ مضغہ اور علقدہ جسم عضری میں پس لا محالہ روح جسم غیر عضری ہو گا۔ ورنہ اگر روح بھی جسم عضری ہوتا تو پھر علقدہ اور مضغہ کی جنس اور نوع سے ہوتا نو۔ دیگر نہ ہوتا احادیث میں ہے افا خرجت روح المؤمن اور انطقوابہ اور بعادر وحہ اور رواح المؤمنین فی طیور خضر تعلق بشجر الجنۃ اور ظاہر ہے کہ یہ سب امور جسم کے خواص اور لوازم میں سے ہیں اور قرآن کریم میں ہے اللہ یتوفی النفس حین موتھا والتی لم تمت فی مث مها فیمسکت السَّمَاءَ فَضَّلَتْ تَلِيهَا الْمَوْتُ وَ يَرِسْلُ الْآخِرَةَ۔ اس آیت میں ارواح کی توفی اور اسک اور اسال کو بیان فرمایا جو خواص اجسام میں سے ہیں۔ وَ لَوْ تَرَنَّى اذ انظَامُونَ فِي سَكَنَاتِ الْمَوْتِ وَ الْمَوَاتِ نَكَةً پَاسْطُوا ایدیہم اخرو جوا نفسکم۔ اس آیت میں روح کے لینے کیسے فرشتوں کا با تھرڑانا اور نکالنا مذکور ہے یہ بھی روح کے جسم پر بنیکی دلیل ہے یا ایتها

النفس المطمئنة ارجعي الى ريلك راخصية تمراضية فادخل في عبادي وادخلني  
جنتي۔ اس آیت میں روح کا رجوع اور دخولِ جنت مذکور ہے یہ بھی روح کے جسم ہونے کی  
دیل ہے۔ خود کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ انسان کا بین میں ایک لطیف بھاپ ہے۔  
کرچا خلاط کے خلاصہ سے پیدا ہوتی ہے اور تمام قوائے بدینہ کو حرکت پر آمادہ کرتی ہے اور  
بھی احکام زیادہ تر اسی بھاپ سے تعلق رکھتے ہیں کیونکہ اسی بھاپ کے تینی اور غلیظ ہونے پر تینی  
بدینہ کی حرکت کا دار و مدار ہے۔ بادیٰ النظر میں یہ معلوم ہوتا ہے کہ روح اسی بھاپ کا نام  
ہے بلکن خود کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بھاپ حقیقی روح نہیں بلکہ روح حقیقی کی سواری ہے  
اوہ اس کا مدار ہے۔ اس نے کجور روح ان اخلاق اور فضائل سے پیدا ہوتی ہے۔ اس میں بھپن  
سے سیر ٹھاپنے تک ہزاروں اور لاکھوں تغیر ہوتے رہتے ہیں مگر وہ لڑکا اور بچہ اول سے لیکر  
آخر تک بعینہ باقی رہتا ہے۔ اس کی ذات میں کوئی تغیر نہیں ہوتا۔ البته اوصاف میں تغیر  
ہوتا رہتا ہے، پس وہ چیز جملی وجہ سے وہ لڑکا کا بعینہ لڑکا رہایہ روح بخاری نہیں ہو سکتی اور وہ  
یہ طاہری جسم اور بدن ہو سکتا ہے بلکہ وہ اس کے علاوہ ایک جدا گانہ چیز ہے اور وہی روح  
حقیقی ہے جو ایک امیر باتی اور جسم نورانی ہے۔ جو انسان کے ساتھ اول سے آخر تک واہستہ رہتا  
ہے بچہ ہونے کی حالت میں بھی اور بچان ہونے کی حادث میں بھی اس کے ساتھ یکساں  
متعلق رہتا ہے کبھی بعد نہیں ہوتا اور یہی جسم نورانی احکام خداوندی کا مختلف اور غلط ہے  
اور یہی ثواب اور عذاب کا مورد ہے اور ظاہر ہے کہ وہ بخار لطیف اور بھاپ نہ احکام  
خداوندی کی ملکعہ ہے اور نہ ثواب و عقاب کی مورد ہے۔ فرشتے جس روح کو نکال کر کنہن جریبی  
یا کتن پلاسی میں پیٹ کر لیجاتے ہیں وہ یہی روح نورانی ہے جسیکہ عالم بردنخ کے عجائب نہ ہو  
ہوتے ہیں۔ (ما خواز ججه اللہ البا الخ ص ۲۳)

روح عبارت از چیز بست کا قرآن آن بحمد سبب حیات جسد و ظهور حس و حرکت بلا را در  
دران جسد باشد۔ و افتراق آن از جسد سبب موت جسد و زوال حس و حرکت بالا را در  
آمان جسد پرود۔ تفہیمات الہمیہ ص ۲۴۷ والتسیمات (المحیی در ذکر ما فی الاحادیث) جسم ہواں سایہ  
فی البدن الائسر فی محض خطا عن امتلاشی و سیقی بعد الموت قاله الشاه ولی اللہ الصلوی فی

لیا یہ سوال کہ روح کیا چیز ہے اور اس کی حقیقت کیا ہے۔ سو یہ تحقیق انسان کی حیثیت عقل اور ادراک سے باہر ہے۔ انسان اپنی عقل سے اشیاء کی خواہ وہ محسوس ہوں یا غیر محسوسی فقط ان کے وجود کو جان سکتا ہے اور ان کے وجود کو ثابت کرتا ہے مگر ان کی حقیقت نہیں بتا سکتا، انسان یہ بتا سکتا ہے کہ پانی موجود ہے اور اگر موجود ہے تو مگر اس کی حقیقت نہیں بتا سکتے۔ زیادہ تشریح کر کے کچھ اُس کے اوصاف اور کچھ اجڑاؤ بتا سکیں گا مگر آگے پل کر اون اچڑا مکی حقیقت نہیں بیان کر سکے گا انسان یہ کہہ سکتا ہے کہ پانی میں اسیجن اور ہیڈن ہون ہے۔ مگر جب اُس سے یہ پوچھو کر اسیجن اور ہیڈن کی حقیقت کیا ہے تو یہ نہیں بتا سکتا پس جب کہ انسان ان چیزوں کی حقیقت نہیں جان سکتا جو رد نہ رہ اُس کے مشاہدہ اور تجربہ میں آتی ہیں تو اسی طرح انسان اپنی عقل سے روح کے وجود کو ثابت کر سکتا ہے۔ مگر اُس کی حقیقت کو نہیں بتا سکتا۔ اسی وجہ سے قرآن کریم نے روح کا موجود ہونا تو بیان کیا۔ مگر اس کی حقیقت نہیں بیان کی کہا تعالیٰ وَيَسْأَلُونَكُمْ عَنِ الرُّوحِ قُلِ الرُّوحُ مِنْ أَصْرَارِنِي وَمَا أُولَئِكُمْ مِنَ الْعَالَمِ إِلَّا قَيْلَا.

## حدوث روح

تمام انبیاء و مرسیین صلوات اللہ و سلام علیہم اجمعین کی شریعتیں اس پر منتفق ہیں اور کوئی حداثت ہے اور اشد عز و جل کی مخلوق ہے۔ وہ ایک جوہر قوانین ہے جو قالہ انسانی میں داخلی چلتی ہے۔ مگر نظر نہیں آتی۔ خدا تعالیٰ کو جب منظور ہو گا تو اس کو دکھا یعنی دیکھا۔ حدیث یہیں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ الارداہ جنود مجنت، لا یعنی اڑاح جمع کئے ہوتے شکر ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ جمع کی ہوئی چیز قدیم نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ مجموع راجح کردہ یہیز نہ ہوا مغلوب ہوتی ہے اور مفہوم چیز قدم نہیں ہو سکتی۔ نیز جمع اور تفرقہ حداثت کی صفات میں اور یہ حدیث صحیح ہے۔ تمام آئمہ حدیث اس کی صحت پر متفق ہیں۔

ایک دوسری حدیث میں ہے۔

خلق الله الا رداہ قبل الاجداد بالغی عام۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے روحوں کو جسموں سے

دو ہزار سال پہلے پیدا کیا ہے۔  
بس حدیث سے بھی روح کا مخلوق اور حادث ہونا صاف ظاہر ہے۔ علاوہ ازیں ان  
احادیث سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ ارواح پرکارِ انسانی سے بہت پہلے پیدا کی گئیں۔  
نیز روح۔ بدن اور جسم میں حلول کرتی ہے اور بدن اس کا محل ہے اور ظاہر ہے جو کسی چیز میں  
حلول کرتی ہے وہ محدود اور متناہی ہوتی ہے اور وجہِ من الوجه محل کے تابع ہوتی ہے اور محدود اور  
متناہی ہو تو اور تابع ہونا یہ صفتِ حادث کی ہے جیسا کہ متفقہ میں روح کو قدیم ملتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ حکماء متأخرین  
روح کو حادث مانتے ہیں۔ مگر وہ روح کو حادث بعدِ حدوثِ البدن مانتے ہیں۔ یعنی  
یہ کہتے ہیں کہ جسم اور بدن کے مکمل ہو جانے کے بعد جب اس میں روح کے تعلق کی صلاحیت  
پیدا ہو جاتی ہے۔ قبر روح پیدا کی جاتی ہے

بجهود علماء اسلام کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اربع کو جسم سے بڑاں برس پہلے پیدا  
اویسیہ تمام ارواح خلیفۃ القدس ہیں۔ پھر بعد میں انکی میل کیتے اجسام کو پیدا کیا اور وقتاً فوتاً  
تقدیرِ اذلی کے مقابلِ جسم کے ساتھ اس کی روح کو متعلق بنایا۔ جو ایک معین زمانہ تک اک  
جسم سے متعلق رہتی ہے۔ اور پھر اس سے جدا ہو جاتی ہے۔ کما قال تعالیٰ  
وَإِذَا خَلَقْتَ رِبِّكَ مِنْ بَنِي آدَمْ مِنْ ظَهُورِ  
أَوْ بِأَدَمْ كَرِيْدَةِ اس وقت کو جلد تیرے پروردگار نے  
ذَرْتَ يَهُمْ وَأَشْهَدْنَاهُمْ عَلَى النَّفَاسِمِ السَّتِ  
أَوْ لَدَ آدَمَ كَمْ لَشِتَتْ سَعَانَ كَمْ كَرِيْدَةَ  
أَنْ كَوْنُوكَمْ أَنْكَى جَانُونَ بَدَّلَوْهُ بَنَايَا۔ کیا میں تمہارا  
بَرِيْدَمْ قَالَوْا بَلَى شَهَدَنَا۔  
رب نہیں۔ سب نے کہا ہے شک، آپ ہمارے رب یہیں اور ہم خداوس کے گواہ یہیں۔  
اور ظاہر ہے کہ یہ عہدِ است: ہر ہماری ارواح سے یا گیا تھا۔ جس وقت ہمارے بدن کو خداوند  
کا نام نکلتا ہے।

### شرح عقیدۃ سفارتیہ ص ۲۶

اوہ الگری کو شہر ہو کر وہ عہدِ تواب پا دنہیں رہا تو پھر کیا حصہ مسل تو جواب یہ ہے کہ وہ عہدِ  
تفصیل طور پر پایا دنہیں رہا۔ لیکن اس کا نشان ہر کسی کے دل میں موجود ہے، اور ہر زبان پر جازی  
کہ ہمارا ایک پروردگار ہے۔ جب کوئی تکلیف پیش آتی ہے تو دل اور زبان سے اسی پروردگار  
کا نام نکلتا ہے!

حضرات انبیاء کرام کو اسی عہد کے یادو لانیکے لئے دنیا میں بھیجا جس نے اس عہد کو پورا کیا وہ بخش  
لصیب ہوا درجس نے بیونانی اور پذیرہ عہد کی کی دہ تحریم ہوا ہے  
است اذائل ہمچنان شان بگوش بفریاد قابلی در خود شش ،

## مرنیکے بعد روح فنا ہمیں ہو جاتی

آیات قرآنیہ اور احادیث ائمہ رشید سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ روح کا بہہ سے جُدا ہر نیکے بعد  
فنا نہیں ہو جاتی بلکہ دوسرا سے عالم میں مشتعل ہو جاتی ہے اور نہ اسکے اوڑا کات ختم ہو زجاجاتے ہیں بلکہ  
اسکے اوڑا کات بحال قائم رہتے ہیں اور وہ کلام حق کو سنتی ہے اور فرشتوں کے خطابات کو سمجھتی ہے  
پھر اپنے حدیث میں ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جابر سے فرمایا۔

ان اللہ حکم ابان کفاحا . تحقیق، شرعاً عالیٰ نے تیرے باپ سے بالمشافہہ کلام کیا ۔

اور احادیث میں ہے کہ اصحاب بشر معونة کے حق میں یہ کلام نازل ہوا۔ بلغو عناقو منانا  
حیثیتیا فی عناد ارضانا۔ یعنی بھاری قوم کو یہ پیغام پہنچا دو۔ کہ تم اپنے پر دو دگار سے جائیں اور  
وہم سے روپی ہو اور اس نے ہم کو راضی کر دیا۔

ظاہر ہے کہ یہ سارا مکالمہ ارواح سے تھا ہے۔ ..... اجسام سے نہ خار موت سے۔  
روح کا، اس جسم عنصری سے تھن منقطع ہو جاتا ہے۔ اور اس جسم کے بجائے دوسرا جسم روح کا  
مرکب بن جاتا ہے جس کو جسم مثالی کہتے ہیں۔ اب روح اس جسم مثالی کے ذریعہ اپنے منافع اور  
لذات کو پورا کرتی ہے اور مرنے سے روح کی قوت اور صفات جس کی کوئی نہیں آ جاتی بلکہ یہ نسبت  
پہنچ کے کچھ ترقی اور زیادہ ہی ہو جاتی ہے۔ کیونکہ عالم پرندخ کا جسم مثالی۔ اس دنیادی جسم عنصری  
سے نہیں زیادہ لطیفت اور قوی ہوتا ہے۔

## عالم بر نسخ

عالم آخرت کا پہلا مسئلہ عالم پرندخ کا مسئلہ ہے۔ حدیث میں ہے۔ من مات فلقا قامت  
قیامتہ۔ جو شخص مرا اس کی قیامت مسئلی۔ یہ قیامت صغری ہے اس قیامت صغری یعنی مریکے

بعد سے نفع صورتیک بوندانہ گزد تا ہے اس کا نام برزخ ہے کیونکہ موت عدم اور  
ناد کا نام نہیں بلکہ جسم سے روح کی مقارقت اور جدائی کا نام موت ہے۔

پس جب روح کا جسم سے ظاہری تعلق منقطع ہو گیا تو حشرتیک اس روح کے لئے  
کوئی مستقر چاہیے کہ روح اس مستقر میں پھری رہے بشریت کی اصطلاح میں اس فریلنی  
قرار گاہ کا نام بہذخ ہے۔ اس لئے کہ برزخ کے معنی پردہ اور درمیانی حالت کے ہیں۔  
اور نے کے بعد کی حالت بھی۔ عالم دنیا اور عالم آخرت کی درمیانی حالت ہے اس لئے  
اس حالت کا نام برزخ ہو گیا۔ کما قال تعالیٰ

وَمِنْ دُرَءِ أَثَمِهِمْ بَرَزَخٌ إِلَى يَوْمِ الْحِسْبَانِ  
حَشْرًا وَرَيْثَةً تِلْكَ رَهِيْنَ لَكَ.

عالم ہیں ہیں۔ ایک عالم دنیا اور ایک عالم برزخ اور ایک عالم آخرت۔ پھونکہ عالم  
برزخ۔ عالم دنیا اور عالم آخرت کے درمیان ہے۔ اس لئے اس کو عالم برزخ کہتے ہیں  
اور احادیث میں ہو عذاب قبر اور ٹواب قبر کا ذکر آیا ہے دہان قبر سے وہ کڑھا مرد نہیں جسمیں خ  
مردہ کو دفن کیا جاتا ہے بلکہ اس سے یہی عالم برزخ مراد ہے اس میں مردہ سے سوال ہو اب  
اور اس میں ٹواب و عذاب ہو گا اگر کسی کو بھیری ٹیکے اور شیرنے کھالیا تو وہی اس کیلئے برزخ  
ہے اور اگر اس کو جلا دیا گیا تو جہاں اس کے اجڑا گروں کے اسی جگہ میں کوئی واقعات  
پیش آئیں گے۔ لیکن پھونکہ شریعت میں دفن کرنے کا حکم ہے۔ اس لئے احادیث میں علم  
برزخ کو قبر سے تعجب کیا گیا۔

عذاب قبر کا مسئلہ قطعی نصوص سے ثابت ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ  
کرام کا اپنی دعا ذل میں عذاب قبر سے پناہ مانگنا ترازہ کو ہو چاہے۔ جو لوگ عذاب قبر کے  
منکر ہیں وہ یہ کہتے ہیں کہ ہم میت کو اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں اور اس کے بدل پر کوئی  
علامت عذاب کی محسوس نہیں ہوتی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ وہ عذاب جو قبر میں ہوتا ہے  
وہ دوسرے عالم کا ہے یعنی عالم برزخ کا ہے، وہ اس عالم پر شاخہ میں تسلی و حسنانی اور حسني  
آنکھوں سے کیسے نظر آئے۔ ایک آدمی عالم روؤیہ میں جیسا کہ عالم میں کوئی نہیں ملتا ہے

لئے جس شخص اس کے پاس بیٹھتا ہے اُس کو کچھ بھی نہ لٹھنیں آتا۔ اب اگر شخص خواب سے پیدا ہو کر عالم روایاء کے واقعات اور کہیں یا کیسیات کو الیسے شخص کے سامنے بیان کرے کہ جسکو ہمیں سونے اور خواب دیکھنے کا اتفاق نہ ہوا ہو تو وہ خود اس کا انکار کر دے گا اور ایک لمحے کیلئے اس کے تسلیم کرنے کیلئے تیار نہ ہو گا۔ اور اس خواب دیکھنے والے سے کسی دلیل ہٹل کا بھی مطابق نہیں ہو سکتا۔ اور اگر کوئی اس سے دین عقلی پوچھے تو اس کو الحقیقت بتا پا رہے گا۔ اور خواب دیکھنے والا یہ کہے گا کہ غالباً آپ کبھی سوتے نہیں۔ جب تم سوچو گے تو تم پر یہ باتیں واضح ہو جائیں۔ اسی طرح ہمارا بھی یہی جواب ہے کہ چب مرد کے معلوم ہو جائے گا۔ کہ ہاں کیا گفتگو ہے۔

**پرسیہ یک عاشقی چیت**

لَفْتَمْ كِبِيرْ حِمَاشِيْ يِداَنِي  
وَأَخْيُرْ عَوَانَانِ لِسَدِيلَهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَعَنِيْ إِلَهِ الْعَادِيْ تَحْمِيلَهِ  
سَلَادَ مُولَادِ مُحَمَّدَ وَعَلَى أَلَّهِ وَاصْحَابِهِ جَمِيعِينَ وَعَنِيْنَا مَعْلَمٌ يَارَحْمَمِ  
الرَّاحِمِينَ - فَاطِرُ الْمُكَوَّنَاتِ وَالْأَرْضِ أَنْتَ وَنِيْ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ تَوْفِيقِي مَسْلِي  
وَالْحَقِيقِي بِإِصْلَاحِيْنِ - أَمِينِيْ يَارَبِّ الْعَالَمِينَ - سَرِّيْنَا تَقْبِيْنِ مَنَا لَكَ أَنْتَ  
الْمُهَمَّيْهُ الْعَلِيِّيْهُ وَتَبْ عَلَيْنَا إِنْكَ أَنْتَ التَّوَابُ الرَّجِيمُ - أَمِينِيْ

**محمد ادريس کان الشراک**

**اَلْرَضْمَانُ اَبْدَارُكَ سَعَادَلَهُ**

**لَا يَوْدُ - کَوْچِرْ لَكْشِنِيْ زَرَانِ**

# تحریک و حوت و اصلاح

## ایک جامع اور بہرہ سے کم تسلیعی نظم کام

چند ماہ پیشتر مولانا محمد ادريس صاحب کا مذصلوی کی تقاریر، مواعظ اور مصائب کی اشاعت کا جو سلسلہ شروع کیا گیا تھا وہ بحمد اللہ ہماری تدقیقات سے بہرہ کام پاب رہا احبابے جس خلوص اور گرجوشی سے ان تقاریر کی تو سیع اشاعت میں حصہ لیا اس سے یہ ثابت ہو گیا کہ اس دو میں بھی بنی آخراں مار (صلی اللہ علیہ وسلم) کے دین برحق کی خدمت کا سچھ جذبہ رکھنے والے بندھان خدا کی کوئی نہیں بہرہ کیف یہ صورت حال ہم سب ہی کے لئے سُرت کا باعث ہے۔

اب ادارہ اشرف التبلیغ اور علمی مرکز کے باہمی اشتراک سے اس تحریک کو زیادہ منظم طریقہ پر چلانے کا انتظام کیا گیا ہے۔ اور نوعیت کاریہ رکھی گئی ہے کہ پہنچ رہوں روزہ سولشاکی ایک تقریر، وعظ، یا مقالہ کتابی شکل میں شائع کیا جائے۔ ان کتابوں کی تیمت ہم طریقہ ایک آنے ہو گئی لیکن صفات زیادہ ہونے کی صورت میں دو آنے یا اس سے کچھ زائد بھی ہو سکتی ہے۔ لیکن کوشش ہی کیجائے گی کہ تیمت کم از کم ہو۔ لاہور سے باہر رہنے والے حضرات ہر ماہ چدائے کے مکث ارسل فرمائکر ہبینہ کی دونوں تعقیبیوں میں حاصل کیں دو آنے دو تقریر ہیں (کہ اور دو آنے مخصوصہ لڑک)

جو احباب یا تاجرین کتب یہ رسائل زیادہ تعداد میں نگاہیں گے ان کو معقول رعایت دیجیا گی وہ علمی مرکز لاہور کو خط لکھ کر تعصیلات طلب کریں۔ ہر سالان اس تبلیغی تحریک و سیع اور بہرہ گیر بنانے میں گرجوشی سے حصہ لے!

مَحَمَّدًا وَمِيَاهُ حِسْنًا لِيَقِنُ

لاہور - یوم دوشنبہ ۲۳ جولائی ۱۴۲۷ھ

# فَارِئٌ وَ مُطْلَعٌ كَتَابِي

**سیرت مصطفیٰ** :- مولانا الحاج محمد ادریس صاحب کانڈھلوی بنی کریم علیہ السلام  
کا بہترین اچھوٹی اور مستند سوانح زندگی محدث پور روپے  
**علم الكلام** :- مولانا محمد ادریس صاحب علم الكلام پر اردو میں بے نظیر کتاب  
پیاپ یونیورسٹی کے ایم اے اسلامیات میں داخل ہے۔ مجلہ کتابت و طباعت محبد  
چار روپے ۷/-

**ختصر نبوت** :- مولانا محمد ادریس صاحب بارہ روپے ۰/۱۲  
**حیات عیسیٰ** :- " " " پندرہ روپے ۰/۱۵  
**عقاید اسلام** :- " " دو روپے آٹھ آنے ۰/۸  
**معارف القرآن** :- (سورۃ فاتحہ) دس آنے ۰/۱۰  
**مقالات حیری** :- مولانا محمد ادریس صاحب نو روپے ۹/-  
**مقالات حیری** :- (محمدیاں صدقی) مقالات حیری کا بہترین اور بامداد  
اردو ترجمہ بیط قریح اور حصل نفات قیمت سات روپے ۰/۷

**الخیر الكثیر** :- عربی - شاہ ولی اللہ قدس سرہ درود پے ۰/۷

**زیدات المذاہت** :- مسائل حج پر بہترین اور مستند کتاب ایک روپیہ آٹھ آنے ۰/۸  
راہنمائی حجاج ۰/۱۱ ایک روپیہ چار آنے ۰/۱۲

**زینداری کا شرعی نظام** ۰/۱۲ بارہ آنے ۰/۱۲

۱۰/۸	سیرت بزری مجلد	۲/۱۰	حکایات صحابہ قیمت
------	----------------	------	-------------------

۱/۰	فضائل مناز	۰/۰	نصیحت الشیعی
-----	------------	-----	--------------

۰/۶	فضائل تبلیغ	۰/۸	اسلامی افساد
-----	-------------	-----	--------------

۳/۲	معقام علمائے دیوبند	۰/۹	حج
-----	---------------------	-----	----

۰/۰	علیی مرگن	۰/۰	کشمی فرانس اسٹریٹ
-----	-----------	-----	-------------------

ہمارے دوسرے ذخیروں میں ایک غلطیم ال شان اضافہ

## سیدت المصطفیٰ

از خضری مولانا محمدزادہ ریس حسین کا نذر حلوے

نبی کریم علیہ السلام کی سیرت پر ایک مستند ادراچھوتی تصنیف، بنی کریم علیہ السلام کی سیرت پر  
بڑا ذریں تباہیں تصنیف ہو چکیں لیکن یہ سیرت دوسری تمام کتب سیرت سے ممتاز ہے۔ کتاب کے ہمراز  
واقعہ کی بنیاد قرآن و سنت ہے۔ ماحول اور گرد و پیش سے مروعہ ہو کر صحیح روایات سے گزینہ  
نہیں کیا گیا۔ نام نہاد تتمدنیں کے اختراضات سے ڈر کرواقات و حقائق میں تاویلیں نہیں کی گئیں بلکہ  
سکت اور شانی جوابات دیتے گئے ہیں۔

کتاب کی مسب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ علامہ شبیل نعمانیؒ کی سیرت میں جو فخر شیں پڑا اپنے  
فاضلانہ انداز سے تنقید کی گئی ہے۔ مولانا موصوف کی یہ مرثۃ الاراء تصنیف مسلمانوں کے لئے  
ایک گرانقدر تحفہ ہے کتاب و طباعت کے اتہامی حسن اور دل آفیزی کے ساتھ عنقریب جلوہ  
ہو رہی ہے۔ کتاب ۲۶ سہر نو سالنگر کے تقریباً چودہ سو صفحات پر مشتمل ہو گی۔ کتاب مطبوعات  
میں امکانی حد تک اہتمام برتاؤ جا رہا ہے۔ کتاب تین جلدوں میں تقسیم ہو گی۔ آج ہی اپنے حصہ کا  
سینٹ محفوظ کر لیجئے۔ اپنا پتہ ارسال کر دیجئے کتاب مکمل ہوتے ہی آپ کو اطلاع کر دی جائیں۔  
بہشکری قیمت کوئی صاعب ارسال نہ فرمائیں۔

نامہ شر

سیدت المصطفیٰ - لکشی نائی ایضاً - نامہ ملی - لاہور